الحکم

دارالامان قادیان

نمبر ۳ | ۲۴ جنوری ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳ شوال ۱۳۱۹ھ یوم جمعہ | جلد ۶

سلسلہ عالیہ کے متعلق

حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود ادام اللہ فیوضہم کے ارشاد عالی کے موافق ہمارے معزز و محترم بھائی جناب میرزا خدا بخش صاحب مؤلف عسل مصفیٰ ایک دورہ کرنے والے ہیں اور غالباً الحکم کی دوسری اشاعت تک روانہ ہو جائیں گے۔ میرزا صاحب کے دورہ کے اغراض یہ ہوں گے۔

اوّل سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ۔

دوم۔ احمدی قوم کی ہر شہر میں باقاعدہ کمیٹیاں قائم کرنا۔

سوم احمدی قوم کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضروریات سے آگاہ کر کے ان کے لیے چندہ وصول کرنا۔ فی الحال مندرجہ ذیل ضرورتیں ہیں۔

(الف) لنگرخانہ اور مطبع اور سلسلہ خط و کتابت کے اخراجات کے لیے فی الحال یکمشت عطیے اور آئندہ کے لیے مستقل ماہوار چندوں کی تحریک (ب) مدرسہ کی عام اغراض اور تعمیر کے لیے کئی ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔

(ج) مساکین۔ یتامیٰ۔ مسافروں۔ مؤلفۃ القلوب۔ نو مسلموں اور اسی قسم کے مقامی اخراجات۔ جن کی تفصیل بارہا الحکم میں اور حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے اشتہار میں شائع ہوئے تھے۔

چہارم۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کے سلسلہ کی تبلیغ کے وسائل کی توسیع مثلاً میگزین جو بلاد یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لیے شائع کیا گیا ہے اس کے ... جناب کو توجہ دلانا کہ اسے خریدیں۔ اور ایسا ہی الحکم کے لیے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہفتہ وار اردو اخبار ہے اس کی طرف بھی متوجہ کرنا

پنجم سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے والوں کی ایک مکمل فہرست طیار کرنا۔ یہ پانچ کام ہیں جن کے لیے مرزا صاحب آجکل دورہ پر روانہ ہوں گے ہم امید کرتے ہیں کہ احمدی قوم نہایت عزت و احترام اور مسرت کے ساتھ ان کو خیر مقدم کہنے کے لیے طیار ہو گی۔ اور اس سے پیشتر کہ وہ کسی جگہ پہونچیں پہلے ہی وہاں کی جماعت مندرجہ بالا امور کے متعلق پورا انتظام کر رکھے گی تاکہ ان کو زیادہ ٹھیرنا نہ پڑے۔

میگزین پراسپکٹس۔ اور الحکم کے اشتہار مرزا صاحب موصوف سے مل سکیں گے۔ مرزا صاحب کے پاس چھپی ہوئی رسیدیں ہوں گی جو وہ سلسلہ عالیہ کی ضروریات میں وصول کریں گے۔ ان کی رسید دینگے

ہم آخر میں الحکم کے خریداروں اور بقایا داروں کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم بقایا داروں کی ایک فہرست مرزا صاحب ممدوح کو دینگے وہ ان سے الحکم کا بقایا بھی وصول کرینگے۔ اور جو پیشگی قیمت الحکم کی دینا چاہیں وہ بھی مرزا صاحب کو دے سکتے ہیں۔

بہرحال مرزا صاحب ایک عظیم الشان ... کے لیے جاتے ہیں۔ اللہ ان کو بخیر و خوبی دکامیابی واپس لاوے۔ آمین۔

امتحان! امتحان!! امتحان!!!

امتحان کی اطلاع پہلے دیجا چکی ہے عید اضحیٰ کی تاریخوں پر ہونیوالا ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ ابھی تھوڑی درخواستیں آئی ہیں ہر ایک شہر کی جماعت اپنی اپنی فہرستیں مکمل کر کے آخر فروری سے پہلے پہلے خاکسار ایڈیٹر الحکم کے پاس بھیجدیں آخر فروری پر وہ فہرستیں حضرت خلیفۃ اللہ کے حضور پیش ہوں گی۔ اس معاملہ میں بالکل سستی سے کام نہ لیا جاوے۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

ہم نہایت مسرت و انبساط سے اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ انگریزی میگزین جس کے متعلق ایک سال کے زیادہ عرصہ سے الحکم میں مضامین نکل رہے تھے آخر ۲۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو اس کا پہلا نمبر نہایت عمدہ دبیز کاغذ ... صفحوں پر شائع ہو گیا۔

میگزین کے مضامین کے متعلق کہ وہ کیسے ہیں

کریں جیسے ڈائرکٹر کو بھلا معلوم ہوں گے۔

(۴) معاونین مدرسہ کے اقسام مندرجہ ذیل ہوں گے۔

(۱) ٹرسٹی (ب) ممبر (ج) حامی۔

(۵) ٹرسٹی وہ ہوں گے جو مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کریں اور یہ اپنی قیمتی آراء سے وقتاً فوقتاً ڈائرکٹر صاحب کو مطلع کر سکتے ہیں اور ڈائرکٹر چاہیں تو اُن کی رائے لے سکتے ہیں۔

(۱) جو صاحب ۵۰ روپیہ یا ۵۰ سے زائد سالانہ مدرسہ کو دیں۔

(ب) جو ۵ روپیہ یا ۵ روپیہ سے زائد نقد چندہ باجازت ڈائرکٹر صاحب وصول کرکے مدرسہ کو بھیجیں یا سفر کرکے اس مقدار تک چندہ باجازت ڈائرکٹر صاحب وصول کرکے بھیجیں مگر سفر خرچ کا بار مدرسہ پر نہ پڑے۔ ورنہ بمقدار سفر خرچ زائد چندہ وصول ہونا چاہیے یعنی کم سے کم ۵ روپیہ علاوہ سفر خرچ ہو اور اس سفر خرچ چھٹے حصہ رقم چندہ وصول کردہ سے زیادہ نہ ہو۔ (ج) جو مدرسہ کیلیے کتب ہیں تالیف کرکے اسکا حق تالیف مدرسہ کو مفت عنایت فرماویں (د) جو مدرسہ کو دوسرے طریق سے علمی عملی فائدہ پہنچائیں یعنی نصیحت وعظ کرنا کسی ایسی خدمت مدرسہ کو مفت انجام دینا جسمیں ملازم کی ضرورت ہو مثلاً مدرسی - علاج - انجینیری وغیرہ مگر ایسی ہی معتدبہ ہو جیسے مندرجہ بالا شرائط میں ہے۔

(۵) پریسیڈنٹ لوکل کمیٹی برائے وصول چندہ مدرسہ

(۶) ممبر صاحبان وہ ہوں گے جنکو مدرسے کے دیکھنے کا اختیار ہوگا اور اس کے انتظام پر اگر کوئی نقص انہیں وہ دیکھیں تو ڈائرکٹر کو اسکی اطلاع دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کریں

(۱) جو ایک روپیہ ماہوار چندہ دیتے ہوں اور خاص دلچسپی مدرسہ کے متعلق رکھتے ہوں (ب) کوئی عمدہ تجویز بتائیں جس سے مدرسہ کو مالی یا علمی معتدبہ فائدہ حاصل ہو۔

(۷) حامی وہ اصحاب ہوں گے جو ہر ماہوار کم از کم چندہ دیتے ہوں۔

انتظام مدرسہ

(۸) انتظام مدرسہ بموجب حکم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مرقومہ بالا تاریخ موصولہ ۲۰ر دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کے خانصاحب محمد علی خاں صاحب ڈائرکٹر کے سپرد ہوا۔ بمنشاء حکم ہذا خانصاحب کو اختیار ہے کہ بطور خود یا بذریعہ کسی کمیٹی کے انتظام مدرسہ یا بذریعہ چند اصحاب کے ان کو جدا کام سپرد کرکے اپنی نگرانی پر انتظام مدرسہ کرائیں اور تمام ممبران فرقہ احمدیہ پابند ہیں کہ جن سے انتظام مدرسہ وغیرہ میں خانصاحب مدد لینا چاہیں وہ بلا عذر اس امر میں مدد دیں یا جو کام ان کے سپرد کیا جائے انجام دیں۔

(۹) ٹرسٹیان کو سال بھر میں ایک دفعہ دار الامان میں جمع ہونا ہوگا اور اُن کے سامنے رپورٹ مدرسہ پڑھ کر سنائی جایا کرے گی اور ٹرسٹیان مدرسہ کے لیے تعلیم اور دیگر ضروریات مدرسہ مثل تعمیر وغیرہ کے لیے فنڈ مہیا کرنے کے واسطے تدابیر سوچیں گے اور اس پر بحث کرینگے اور جو رزولیوشن اس غرض سے پاس کرینگے ان کو عمل میں لا کر فنڈ جمع کرکے مدرسہ کو دیں گے۔ اور اسی طرح اور مفید مدرسہ رزولیوشن پاس کرکے ان پر عملدرآمد کریں گے اور جو رزولیوشن مفید متعلق تعلیم انتظام مدرسہ پاس کریں گے اس کی ڈائرکٹر کو دیں گے اور حسب مصلحت وقت جو رزولیوشن عملاً مفید سمجھے جائیں گے ان کے بموجب ڈائرکٹر صاحب اصلاح کریں گے۔

ایڈیٹوریل

مسیح موعود برٹش گورنمنٹ اور ہمارے مخالف مسلمان

نمبر دوم

الغرض حضرت مسیح موعود نے اپنے عظیم الشان دعوی کی بنا پر جسقدر مسلمانوں کی روحانی بھلائی اور اخلاقی اصلاح اور ترقی کے لیے کوشش کی ہے اسی قدر ضمنی طور پر ان اصلاحوں کے نتائج اور ثمرات میں مسلمانوں کی دنیوی بہبودی اور فلاح بھی ہوتی جاتی ہے اور آپکا وجود باجود اہل اسلام کے لیے دونوں پہلوؤں سے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور اس امر میں کلام کرنا صرف ایسے دل بدخواہ اور حاسد کا کام ہو سکتا ہے جو آپکی ذات [illegible] مسلمانوں کے تعلقات تاج برطانیہ کے ساتھ نہایت مضبوط اور مستحکم ہو جائیں گے اور تعلقات کی مضبوطی پر وہ گورنمنٹ سے ان فوائد عظیمہ کے حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں گے جنکی انھیں خواہش ہے اور جسکی [illegible] تعلیم کا نفرنس کرنے میں [illegible] ہمیں اس امر کے ماننے میں کوئی کلام نہیں بلکہ فخر اور ناز کر کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی اور بعثت کی اصل غرض جو روحانی ترقی اور اخلاقی اصلاح کے مقاصد ہیں انکو حکومت سے الگ کرنا چاہتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مذہبی اصلاح اور روحانی رفاہ ہی ایسی چیزیں ہیں جنکے نتیجے میں اگر انسان اپنے بادشاہ کا سچا مطیع اور فرمانبردار ہو سکتا ہے کیونکہ جسقدر زبردست گرفت مذہب کی ایک مذہب پرست انسان پر ہو سکتی ہے دوسری کوئی چیز اس سے بڑھ کر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی ان لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے جو کسی اپنے مذہبی ریفارمر کی کارروائی کو بدظنی کی نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں جو اخلاق اور روحانی ترقی کے عملی نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے وہ مذہب سچا مذہب اور وہ ریفارمر سچا ریفارمر نہیں ہو سکتا اور ہرگز نہیں ہو سکتا جو ایک اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی حکم دیتا ہو اور خصوصاً اس بادشاہ کے جو عادل منصف ہو اور علاوہ محسن بھی ہو۔ اور جسکی طرف سے مذہبی احکام کی بجا آوری اور تعمیل میں کسی قسم کی روک اور سختی نہ کیجاتی ہو بلکہ پوری آزادی عطا کی ہوئی ہو۔ یہ بات سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اسپر عمیق فکر کی ضرورت ہے۔ اسلیے ہم اس مضمون کے پانچ حصے کرینگے۔ پہلے حصہ میں ہم یہ دکھائینگے کہ اسلام نے بادشاہ وقت کی حکومت کے ماتحت رہنے کے متعلق کیا تعلیم دیا ہے۔ دوسرے حصہ میں ہم یہ بیان کرینگے کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی میں گورنمنٹ برطانیہ کی سچی اطاعت کا کسقدر تعلق ہے۔ تیسرے حصہ میں اس امر پر بحث کرینگے کہ حضرت مسیح موعود نے عملی طور پر اس باب میں کیا کرکے دکھایا ہے۔ چوتھے میں ایک پیرالل (موازنہ) قائم کرکے دکھائیں گے۔ اور پانچویں حصہ میں اس مضمون کا خاتمہ بطور کلام

ایڈیٹوریل

یادِ رفتگان

(نمبر ۲)

تائیدی نشان ہم نے گذشتہ اشاعت میں سب سے پہلے اعجاز المسیح کو رکھا تھا لیکن دراصل اس سے بھی پہلے کا ایک نشان ہے جسکو ہم پہلے نمبر پر رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دسمبر کی آخری تاریخوں میں حضرت اقدس نے ایک کشف میں حضرت ام المومنین علیہا السلام کو یکایک بیہوش پایا جسکی اطلاع کشف ہی میں ایک عورت نے آکر دی اس پر آپکی حالت کشفی رنگ سے الہام کیطرف منتقل کی گئی اور یہ الہام ہوا **عجیب بجتی** چنانچہ تین جنوری ۱۹۰۱ء کو بعینہٖ یہ کشف پورا ہو گیا جو الحکم نمبر ۳ جلد ۵ میں شایع ہو چکا ہے۔

دوسرا نشان اعجاز المسیح کا ہے ناظرین الحکم اس امر سے خوب آگاہ ہیں کہ کیونکر پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے تفسیر نویسی کے جلسہ سے بلطایف الحیل گریز کیا۔ لیکن چونکہ عوام تیرہ درون ملاؤں نے اس امر کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے حضرت اقدس نے اتمام حجت کیخاطر ایک اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو شایع کیا کہ پیر مہر علیشاہ صاحب ۷۰ دن کے اندر سورۃ فاتحہ کی ایک عربی تفسیر لکھیں جو چار جزو سے کم نہ ہو اور اسی سورۃ سے وہ آنحضرت کے دعاوی کی تردید بھی کریں۔ انہیں اختیار ہوگا کہ اپنی مدد کے لئے ہندوستان پنجاب اور بلاد شام و عرب کے علماء و فضلا ادیب شاعر سب اپنے ساتھ ملالیں۔ اور حضرت اقدس بھی اسی سورۃ کی ایک تفسیر لکھیں گے جس میں نہایت فصیح بلیغ عربی عبارت میں حقایق و معارف کو بیان کرتے ہوئے اپنی دعاوی کا اثبات بھی کر کے دکھائینگے یہ اشتہار کثرت کیساتھ شایع کیا گیا۔

امید کیجاتی تھی کہ جس غیرت دلانیوالے الفاظ سے کام لیا گیا ہے اور جسقدر آزادی پیر گولڑوی کو امداد لینے کے واسطے دی گئی ہے اور جسقدر کافی مدت رکھی گئی ہے یہ ضرور کوئی نہ کوئی کرشمہ دکھاوے گی۔ مگر ہم ابھی بتائینگے کہ نتیجہ کیا ہوا۔ اس اشتہار کی اشاعت کے بعد ۲۴ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک الہام ہوا۔

مَنَعَهٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ

یعنے اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ خدا تعالےٰ نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص یعنی مہر شاہ کیطرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تاکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔

یہ تحدی اور یہ الہام الحکم نمبر ۳ جلد ۵ میں شایع کر دیا گیا تھا پھر اسی اخبار کے صفحہ ۹ کالم ۳ میں یہ بطور تحدی کے طور پر شایع کی گئی تھی

گولڑوی اور اس کی ذریت اور تمام مخالف الرائے مسلمان عرب کے ہوں یا عجم کے مشرق میں ہوں یا مغرب میں اٹھیں اور اس تفسیر کے بالمقابل تفسیر لکھکر دکھائیں اور سورہ فاتحہ ہی سے حضرت اقدس کے دعاوی کو غلط ثابت کریں وہ یاد رکھیں کہ قیامت تک نہ کر سکیں گے

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی اور تحدی ہے

کیا کوئی ہے کہ اس کو غلط ثابت کرے؟

یقیناً ایک بھی نہیں "یہ تفسیر جو پاکہ اللہ تعالےٰ نے بشارت دی ہے مخالفوں کو نیچا دکھائیگی اور ان کی علمیت اور قرب الی اللہ کی حقیقت کھول دے گی"

ناظرین ان الفاظ کو خوب غور سے پڑھیں اور ایک دانشمند انسان سطور پر انصاف کی نظر ڈالے کہ کیسے پر زور الفاظ میں تحدی کی گئی ہے اور یہ تحدی ایسے وقت میں کی گئی ہے جب کہ ابھی کتاب نہ لکھی گئی تھی نہ شایع ہوئی تھی ان غیرت دلانیوالے الفاظ کا اثر اور نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ۴ جزو کیا چالیس جزو کی تفسیر ان مخالفوں کیطرف سے شایع ہوتی تاکہ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ پیشگوئی ہی غلط ٹھہرائی جاتی کہ وہ کچھ بھی نہ لکھ سکینگے

یا یہ کہ کیا کوئی ہے کہ اس کو غلط ثابت کرے؟

یقیناً ایک بھی نہیں۔

ناظرین سوچیں کہ اس قسم کے تحدی سے بھرے ہوئے الفاظ کیا ایک ضعیف اور ناتوان انسان کی طاقت میں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

الغرض

جب یہ اشتہار اور یہ پیشگوئی بڑی شد و مد سے شایع ہو چکی تو مذہبی دنیا نہایت شوق کیساتھ انتظار کر رہی تھی کہ اب پیر مہر علیشاہ اور ان کے دوسرے مددگار لاہوری ملہم پارٹی اور دیگر سجادہ نشین، اور بخیال خویش بڑے بڑے مولوی اور ادیب غزنوی۔ امرتسری دہلوی۔ بٹالوی۔ ٹونکی۔ لاہوری۔ دیوبندی سہارنپوری وغیرہ وغیرہ ملکر ایک حیرت انگیز تفسیر شایع کرینگے مگر ان مولویوں۔ سجادہ نشینوں اور مشائخوں۔ صوفیوں۔ ادیبوں کے ستر دن کے حمل سے ایک مری ہوئی چوہیا بھی پیدا نہ ہوئی اور وہ سب کے سب ایکدوسرے کا منہ دیکھتے رہے کہ حضرت اقدس حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیطرف سے سترہویں دن سے بھی پہلے ساڑھے بارہ جزو یعنے پورے دو سو صفحہ کی کتاب اعجاز المسیح نام چھپکر شایع ہو گئی

فالحمد للہ علی ذالک

اب ناظرین سوچیں کہ اس سے بڑھکر عظیم الشان **معجزہ** اور کیا ہوگا؟ اس **معجزہ** کی عظمت اور شان اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ ان واقعات اور مشکلات پر نظر کیجاوے کہ جو اسکی تحریر میں حضرت اقدس پر بعض دائمی امراض کے خطرناک

آریہ مسافر میگزین اور ہم

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج میری نظر سے آریہ مسافر میگزین بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۱ء گذرا اُس کی سُرخی "دو قادیانی مسیح کے الہامی چوچلے" دیکھکر میرے دل میں آیا کہ ایک شریف متین اور باوقار قلم کبھی روا نہیں رکھ سکتا کہ ایسی زبان سے ایسے الفاظ نکلیں جو بازاری قلاشوں اور بھکڑوں کے مخصوص محاورات ہیں۔ شریفانہ مخالفت اختراع اور ایجاد اور عجائبات علوم کی ترویج اور تائید کی محرک ہوتی ہے۔ جب سے دنیا میں انسانی تکلم اور جوہر نطق نے بازار گرم کیا ہے سرہ اور ناسرہ اور جید اور ردی کلام کی نسبت آخری فیصلہ مباحثات اور مناظرات کی نقادی اور نکتہ چینی یا کریٹیسزم اور ریویو نے دیا ہے۔ گویا انسانی فطرت کی مشق اور جلا کے لیے فطرت کے حکیم خالق اور فاطر نے ہمیں یہ جوش طبعًا رکھدیا ہے کہ ایک متکلم دوسرے کے ساختہ پرداختہ پر معترضانہ نظر کرے۔ اس ملاحظہ سے صاف کھل گیا کہ نکتہ گیری اور مباحثہ دراصل معیوب امر نہیں۔ مگر کارخانۂ عالم کی گرمی ہنگامہ کیلیے جہاں حکیم خدا نے ہر خیر کے مقابل ایک شر قائم کر دیا ہے اور اس عالم کی دکان میں علوم حقہ کی تعلیم و تفہیم کے اضداد کو قرینہ اور سلیقہ سے سجایا ہے اس پاک جوہر (مناظرہ اور جائز نکتہ چینی) کے خوشنما اور مشام جان کو معطر کرنیوالے پھول کے ساتھ بھی ایک دلخراش سوزی کا شاخ لگا دیا ہے۔ مقدس اور معقول تاریخ مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ ہر ایک صداقت اور حق کے مقابل ہمیشہ ایک پست فطرت بدزبان گروہ پیدا ہوتا رہا ہے جسکی گندی گالیوں اور فحشوں اور دل آزار باتوں سے مسافروں نے ایک عرصہ تک دُکھ اٹھایا۔ مگر باطل کا گروہ مع اپنے ناپاک سامان کے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا اور حق اور صدق نے آخر بقاے دوام اور شہرت عوام کا تاج سر پر رکھا۔ جب سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح نے تحدی اور دعوی کے میدان میں پاؤں رکھا ہے بہت سے کلاب الدنیا نے اس **مُسلح سپاہی** کی زعم کے خلاف اپنی کھی صورت دیکھتے ہی گلے پھاڑ پھاڑ کر منہ غبار مچایا۔ مگر افسوس دل میں حسرت رہی کہ کوئی شریف معترض اور متین نکتہ چیں بھی دیکھا جاتا۔ یہودی۔ اور عیسائی اور بعض اور گروہ مقابل اُٹھے مگر شریفانہ مباحثہ کیطرف کسی ایک نے بھی توجہ نہ کی۔ کاش اس میدان میں سب سے پیچھے نکلنے والا جالندھر کا ہندو پلیڈر گزشتہ نکتہ چینوں کا عمدہ فدیہ ہوتا اور خدا کی تیز تلوار کے نخچیر **آریہ مسافر** کی گند زبانیوں کی کچھ تلافی کرتا۔ مگر سچ بات یہ ہے کہ ایسی مبارک اور پاک توقع اُس قوم سے رکھی جاسکتی ہے جنہیں قدامت سے شرافت اور نبالت اور نباہت کا مقدس سلسلہ محفوظ چلا آتا ہو۔ ایسے کو پاکیزہ زبان۔ جودت ذہن۔ نفاذ فطرت۔ سلامت طبع۔ متانت رزانت۔ حلم۔ وقار اور موزون اور برمحل غضب خاصہ ہے یہی شرافت اور نجابت کا نگر۔ ... جن لوگوں کی ذہانت اور جوہر طبیعت کو **نیوگ** کے اقتضائے مکدر اور تاریک کر دیا ہو وہ کیونکر اُس شریف اور اصیل طریق پر چل سکتے۔ انسان کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ عقائد کا اثر اس کے قوائے اور اس کی شگفتگی اور ترقی پر بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بت پرستی اور اس کے لوازم نیوگ اور ایسے اور اعمال سچے علوم اور راستبازی کے مانع رہے ہیں۔ الٰہیات اور معارف حقہ کے سمجھنے کیلیے کوئی تو پست ہیں تو آریہ نہیں اور نیوگ نیز دونوں جہانوں میں مسئلہ کالا تیری ناپاک رسم نے انسانی تمدن کا بہت برا مانگا اور سچی ملی شرافت اور پاک اخلاق کا خون کر دیا ہے۔ تیرے طفیل لامعلوم زمانہ سے آریہ ورت پست ہمت۔ بزدل۔ ڈرپوک اور بیرونی حربے حملہ آوروں کا پامال رہا ہے کاش اس زمانہ میں ہی کوئی باعزت اٹھتا جو اس سفید داغ کو مٹاتا مگر کوئی ایک بھی پاک دل اور لطیف طبع ہو تو اُسے یہ توفیق ملتی۔

ایک شریف اور نجیب الطرفین ہستی یہ بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ آریہ مسافر میگزین نے عنوان (الہامی چوچلے) کو جا کر شریف اور عظیم الشان دشمن سے کیا انتقام لیا سکتا ہے۔ ایک سلیم الفطرت پڑھنے والا تو نظر آتے ہی اس سچے فیصلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس مضمون کا لکھنے والا امرور کوئی نیوگ کا حامی ہے جسے فطرت کے تقاضا نے بازاری بولی اور بھکڑ پنے پر مجبور کر رکھا ہے ایسا شخص کو حقائق و معارف کے لکھنے یا ڈھونڈنے کا سچا جوش جو شریف ہی کا خاصہ ہے کبھی مل ہی نہیں سکتا۔

اگر کسی سادہ آدمی کے فریب کھاجانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ایسے دنی فطرت کی طرف کبھی توجہ نہ کرتے کیسے ایسے لوگوں کا جواب لکھنا انہیں عزت دینا ہے۔ اب ہم قولہ اور اقول کے رنگ میں اُسکی خردہ گیری پر مختصر نظر کرتے ہیں۔

قولہ۔ کثرت ازدواج۔ ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ سوائے ویدک دھرم کے دنیا کے کسی مذہب نے بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ شادی یا بیاہ کا مقصد تندرست اولاد پیدا کرنا ہے۔ محمدی تعلیم میں تو اس خیال کا نام و نشان تک نہیں چہ جائیکہ اسکے متعلق کوئی مفصل ہدایت ہو۔

اقول۔ اندھیر تو یہ ہے کہ اس تاریک جوہر نے جو نیوگ کے اقتضا کی وجہ سے تمہاری وراثت میں آیا ہے تمہاری اور آریہ قوم کو ایسا اندھا اور بلید کر دیا ہے کہ تم حقائق کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ دنیا کی کل قدیم متمدن قوموں اور انسانی عالم کے ریفارمروں میں مشترک طور پر تعدد ازدواج کا تعامل کے طور پر ہونا بتاتا ہے کہ یہ انسانی فطرت کا طبعی تقاضا اور سچا جوش ہے اور خالق حکیم کیطرف سے انسانی فطرتوں میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان ذوق اور لطف لینے والی ہستی بنا ہے اس کے حواس میں استلذاذ کا مادہ پیدا کیا گیا ہے ممکن تھا کہ آنکھیں کوئی خوشنما منظر اور مشاہدہ نہ پاتیں۔ اور کان سُریلی اور دلکش آوازوں کی حس نہ رکھتی یا ایسی آوازوں کا وجود ہی نہ ہوتا۔ اور زبان کھٹی اور کیچھ اور کڑوی کرکٹ اور روکھی پھیکی اور لذیذ اشیاء میں فرق کرنیکا حاسہ نہ پاتی۔ اور ناک کو تعفن اور بوئے خوش میں

تمیز کا مادہ نہ ملتا۔ مگر سوچو تو کہ ان حواس اور ان کے مظاہر کے نہ ہونے سے انسانی ہستی کا مال کیا ہوتا۔ بے جوش سرد دل اور متحیر اور مبہوت۔ وہ تجسس و حرکت جو تپتلے سے بڑھ کر اُسکا وجود کیا ہوتا۔ کیا یہ ہنگامہ ہستی جو ان حواس کے وجود اور ان کے مظاہر کے ہونے سے رونق اور گرم بازاری حاصل کر رہا ہے دلفریب اور قابل وقعت منظر ہو سکتا۔ غور کرو اگر صرف پیٹ بھر لینا اور دیکھ لینا اور سننا ہی مقصود تھا اور محض بقا کے لیے اتنا کافی تھا تو پھر کس باریک اور وسیع حکمت اور قدرت اور ارادہ نے چاہا کہ ان حواس کو ذوق پسند اور لذت گیر بنائے اور پھر انکے لیے مناسب حال مظاہر اور جلوہ گاہیں بھی پیدا کیں۔ ان حواس کی ذوق پسندی اور آگے بڑھنے والی فطرت نے اپنے اپنے منظر میں نادرہ پسندی اور جدت (کیوری آسٹی) کا سچا جوش پا کر کبھی ایک مرکز پر پاؤں جما دینا پسند نہیں کیا۔ اسی سے تو کانوں کے طبعی جوش نے ہزار ہا ساز اور باجے ایجاد کر دئیے اور آنکھوں نے الگ طور پر اپنی پوری سیری اور خوشی کے مواد بہم پہونچائے۔ اور قوت ذائقہ نے کیسے کیسے الوان نعمت سے اپنے دسترخوان سجائے۔ اب ہم کیا تصور کر سکتے ہیں یا فرض کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ ذوق پسند حاسہ جس پر نظام عالم اور بقائے آدم کا مدار ہے بے ذوق پیدا ہوا ہے اس لیے اُسمیں آگے بڑھنے اور ندرت پسندی اور جدت کی قوت نہیں۔ یہ کہنا کہ بیاہ سے مقصد محض تناسل یا تندرست اولاد پیدا کرنا ہے" اور کوئی غرض انسانی فطرت کے تقاضا کے موافق نہیں بالبداہت ایسا ہی غلط ہے جیسے آنکھ اور کان اور زبان وغیرہ کی نسبت یہ کہدینا کہ انہیں نادرہ پسندی اور ذوق کی قوت نہیں۔ ان کی بناوٹ علوم اور حقائق کے خلاف صرف بلا تمیز دیکھنا اور سننا اور چکھنا اور ٹٹولنا ہے۔ اگر یہی مقصد ہوتا تو اس قوت کے محرکات حسن و جمال اور تناسب اعضا اور اعتدال قامت اور دیگر دواعی اور بواعث ہرگز نہ ہوتے۔ تناسل کی نیت سخت مجبور کر کے بے دلی اور سردی اور بے جوشی کی حالت میں بیاہ والوں کو اس عمل پر آمادہ کرتی انسان

تو نسل کے شعور اور احساس سے ممکن تھا کہ ایسا گھونا اور خشک عمل اختیار کر لیتا مگر بہایم اور حشرات اور طیور کس دل خوش کن امید پر اس عمل کے مرتکب ہوتے۔ غرض التذاذ اور ذوق بتاتا ہے کہ تناسل کے سوا اور قوی اور حواس کی تفریح اور سیری بھی مقصود تھی جو خالق حکیم نے فطرت میں اس مادہ کو مہیا کیا۔ اس صورت میں طبعی طور پر ممکن نہ تھا کہ یہ حاسہ اپنے منظر کے لحاظ سے ایک ہی مرکز پر ٹھہر جانا گوارا کرتا۔ لہذا سچی فطرت نے اور سچی شریعتوں نے اور خدا کے قدوس کے مقدس راست بازوں نے تعداد ازواج کی رسم نکالی۔ اور عملاً کل قومیں اسکا ثبوت دے رہی ہیں۔ زناکاری کی کثرت اور رنگ و ہاں صرف بدکاری پکار کر رہی ہے کہ جس ملک اور قوم نے اس پاک رسم سے اپنے نبیوں اور مقدس صحیفوں کے خلاف انکار کیا ہے وہ کس بلا میں گرفتار ہے۔ اس قوت میں آگے بڑھنا اور ندرت پسندی فطرتاً رکھی ہی گئی تھی کیونکر ممکن تھا کہ وہ اپنے حقیقی تقاضے کو پورا نہ کرتی سو اُسے پاک اور جائز طور پر تعداد ازواج کے رنگ میں پورا نہ کیا حرامکاری کے رنگ میں پورا کر لیا۔ میں آپ کو اور ان تمام شریفوں سے جو آپ کے ہم مشرب ہیں ایک سوال کرتا ہوں۔ کیا شادی کرنے کے لیے آپ یکساں سمجھتے ہیں ایک عورت کو جو مکروہ صورت یا مجذوم یا مبروص ہے اور اُسکو جو ہر پہلو کے لحاظ سے خوبصورت ہے۔ یا اُس عورت کو جس کے تمام قوی اور اعضا چست اور چالاک ہیں اور کوئی مرض اُسے نہیں مگر ناک بیٹھی ہوئی اور آنکھیں کم ہیں اور دانت باہر نکلے ہوئے ہیں کیا کہا جا سکتا ہے کہ چہرہ کی خوبصورتی کو بھی اولاد کی تندرستی سے بھاری تعلق ہے اس لیے ضرور ہے کہ چہرہ کی مخصوص خوبصورتی کو ترجیح دیجائے۔ مگر قوائے انسانی کا علم جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کا سر بھی وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ انسانی فطرت فعل اور ترک فعل کے لیے دواعی اور محرکات کی محتاج واقع ہوئی ہے۔ جہاں ظاہری ایک فعل کے قوی بواعث اور محرکات سے ہے

جسقدر مظاہر اور بواعث قوی یا ضعیف ہوں گے اُسی قدر نتائج ضعیف یا قوی ہونگے۔ ایک شخص کی عورت خطرناک عوارض کی وجہ سے وقت سے پہلے ناقابل ہو گئی ہے یا مختلف عوارض نے اُسے بدشکل اور بھیانک کر دیا ہے اور اُسمیں وہ جاذبہ باقی نہیں جو ذوق پسند حاسہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکے اور فطرت کے میلان کے لیے محرک بن سکے تو کیونکر ایک مرد اُس سے اولاد بھی لے سکتا ہے۔ جانوروں کے جذبات نظر تو اُس کی بدصورتی یا خوبصورتی کو دواعی اور محرک نہیں سمجھتے اُن کا طبعی جوش اُس امتیاز کا متقاضی نہیں ہوتا مگر سلیم الفطرت انسانوں کی فطرت قطعاً جوانات کے خلاف واقع ہوئی ہے۔ اُن میں اس امتیاز کا سچا جوش ڈالا گیا ہے۔ اس سچے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر اسلام نے جو حکیمانہ مذہب اور عالمگیر دین ہے ضرورت کی صورتوں میں تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ اگر عورت کو معلوم ہو جائے کہ مرد ناقابل ہو گیا ہے اور کسی طرح بھی معاشرت کی حیثیت اُسمیں باقی نہیں رہی تو رحیم مذہب اسلام نے اس کے لیے بھی علاج تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت **خلع** کرا لے اور یہ ویسا ہی ہے جیسے دوسری صورت میں مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے یہ ہے سچا اصول جو عین فطرت کے موافق ہے مگر اب سوال یہ ہے کہ وید مقدس نے ایسی حالت میں کیا علاج بتایا ہے۔ اسکا جواب صاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرد کی ناقابلیت کی حالت میں عین اُسکی زندگی میں اُسکی مملوکہ عورت کو تو اجازت دیدی ہے کہ دوسرے بیرج داتا سے گیارہ بچوں تک لے لے مگر بدقسمت مرد کو جسکی عورت ہر پہلو سے ناقابل ہو گئی ہے کوئی راہ نہیں بتائی۔ عجیب بیداد گر مذہب ہے۔ کہ دونوں کی غیرت اور طہارت کو خاک میں ملاتا ہے۔ مرد کو کوئی چارہ نہیں بتاتا اور نہ ہی تعدد ازدواج کو جائز رکھتا ہے اسطرح پر اُسے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے اور عورت کو جسے اولاد کی شدید خواہش ہے یا مرد عوارض کیوجہ سے ناقابل محض ہو گیا ہے اور اُسکی جوانی کے

جذبات اور طہارت اور عصمت اور عفت
کی قوت کو قائم نہیں رکھ سکتا یہ حکم دیتا ہو
کہ تجھے ہر حال میں اس نالائق مرد کے ساتھ
رہنا ہے اسطرح اُسے بھی خاندان کی عزت
کی مٹی پلید کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔
مگر خوب غور کرکے دیکھو کہ زندہ خدا کے
زندہ مذہب اسلام نے کیسی دعوتیں کیلیے
ملحوظ رکھی ہے اور اس اصول کو مدنظر رکھا
ہے کہ نظام عالم میں اختلال واقع نہ ہو۔
اس میرے بیان سے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ
قانون قدرت اور صحیفہ فطرت کی سچی نقل مذہب
اسلام کے مدنظر ایک ہی غرض نہیں بلکہ وہ سب
اغراض ہیں جو انسان کی فطرت کے سچے تقاضوں
اور جذبات کی سرجوش ہیں۔ یعنی پاک اور
جائز طریق سے انسان کے ذائقہ پسند اور نادیدہ
پسند قویٰ کو سیر کرنا بھی اور اُنکی طہارت اور تقویٰ
اور عفت کی طاقتوں کو محفوظ رکھنا بھی اور توالد
اور تناسل بھی۔ آپ سچ فرماتے ہیں کہ **ویدک**
دھرم کی رو سے بیواہ سے اصل غرض اولاد
لینا ہے۔ ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہی
وجہ ہے کہ وید مقدس نے **نیوگ** کی
پاک تعلیم دی اس لیے کہ اس کے نزدیک اولاد
کے بغیر مکش پانا ناممکن ہے۔ اور وید کا خدا
چونکہ خود تو خالقیت سے قاصر اور ناتوان
محض اور دعاؤں کی استجابت اور سامان جنبہ
کی ترتیب سے عاجز تھا اسے ضرورت ہوا کہ
نیوگ کا ذریعہ اپنے بندوں کو سکھا کر اپنے
معبود ان ہی کے سپرد کردے۔ مگر سلیم فطرتیں
اور خدائے غیور و قدوس کا زندہ اور حق
مذہب اسلام نجات کو اولاد پر موقوف نہیں سمجھتی
کہ اس کے لیے خواہ مخواہ عزت اور حمیت
کے جوہر کو خاک میں ملا کر اپنی منکوحہ کو اپنی
آنکھوں کے سامنے دوسرے مسٹنڈے
کی بغل میں دینا پڑے۔ افسوس کیا اب بھی
وقت نہیں آیا کہ ایسی تعلیموں کو (نیوگ)
جو اخلاق کے برہمن اور فتوت اور مروت
کے جوہر کی بیخکنی کرنیوالی ہیں جہان سے اٹھا
دیا جاوے۔ اور اس کتاب (وید) کو
حرف غلط کی طرح مٹا دیا جاوے جس نے
خدا اور انسان دونوں کے حقوق تلف کیے ہیں
خدا کی نسبت تو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ ارواح اور
اُن کے خواص کا خالق نہیں اور یہ اشیاء اسکے
ساتھ اُسکی مانند انادی ہیں۔ پس جب وہ خالق
نہیں تو اُسے حق ہی کیا رہا کہ انسان اُسکی حمد و
تمجید کریں۔ یوں وید نے خدا تعالیٰ کا حق ضائع
کیا۔ یہ تو ہوا اعتقاد۔ اب عمل یا انسانی حقوق
کی نسبت یہ تعلیم دی کہ ایک مرد کی زندگی میں
اُسکی جورو دوسرے سے ہم بستر ہو جائے۔ ایسی
کتاب کیا اس قابل ہے کہ اسکی حمایت کیجائے
یا اُسکا نام تک بھی زبان پر لایا جائے۔ کیا دنیا
سمجھ نہیں سکتے کہ اس کتاب پر مدتوں سے موت
آچکی ہے۔ اُسکی بولی کا خطۂ عالم سے مر جانا
ہزار زبان سے بتاتا ہے کہ وہ درحقیقت بیدلی
ثمر ہے اور زمین کے پیٹھ نے اُسکی خوفناک تعلیم
(نیوگ) کے بوجھ کو برداشت نہ کرکے اور
اُس خباثت کو زلزلہ افگن سمجھ کر اپنے احاطہ سے
اُسے مردہ کرکے باہر پھینک دیا ہے۔ اسوقت کوئی
نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ وید کی تعلیم میں یہ زندہ
برکات ہیں اور اُس کے خدا کے زندہ علیم اور
سمیع و بصیر ہونے کے یہ زندہ نمونے ہمارے
پاس ہیں۔ وید کے حامی اس کے سوا کوئی کرت
نہیں دکھا سکتے کہ وہ نیوگ کی تعلیم دیتا ہے
اور یوں زمین کی پیٹھ پر شریف حلال زادوں
کی کثرت کا باعث ہوتا ہے۔

قرآن کریم اور مذہب اسلام اسوقت زندہ اور بابرکت
طریق اور کلام ہے جس کے برکات ہر زمانہ میں تازہ
بتازہ نظر آتے ہیں۔ اسکی زندگی کا بھاری ثبوت
اسوقت خدا کا پیارا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی
ہے جو اپنے خدا سے تعلق اور زندہ تعلق سے
دکھا رہا ہے کہ قرآن زندہ کتاب ہے۔ اس برگزیدہ
مرد کا دعویٰ ہے کہ اسلام کا خدا زندہ اور متکلم خدا ہے
جو اُس سے کلام کرتا اور اُسے غیب پر مشتمل قادرانہ پیش
گوئیاں سکھاتا ہے۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام کی نسبت
قادرانہ پیشگوئی صفحہ دہر پر اب تک لکھی رہیگی جسمیں
دن۔ وقت۔ اور صورت موت اور ایسے تمام نشان
بتائے گئے تھے۔ کیا اُسکے جانشینوں کیلیے یہ نشان کافی
نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قولہ۔ جہاد۔ جہاد اسلام کی جان ہے۔ جہاد کے
بغیر دین محمدی مثل مردہ جسم کے ہے **اقول** غارت
ہوجائے یہ خانہ برانداز عقل برہمن نیوگ کی رسم
جسنے ذہانت اور نکتہ رس طبیعتوں کو سرے ہی سے تباہ کر دیا
اور اسکے اعتقاد اور عمل نے ذہنوں کو ایسا تاریک کر دیا ہے
کہ کوئی خوشنما ہونہار زرا کی پیدا نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ پر حملہ کرکے
بڑا اعتراض کرنیوالا یورپ تھا سے تو اب اسے سخت
تعریش کا اعتراف کرنا پڑا ہی اور بہت سے علمائے یورپ
جنہیں حقیقت کی کچھ بھی ہو تلافی مافات کرنے اور اس
زور سے لکھتے ہیں کہ اسلام پر یہ اعتراض نادانوں کو
متعصب پادریوں کا غلامانہ حملہ تھا۔ اور یہ ظالمانہ حملہ
پادریوں کی طرف سے اسوقت شروع ہوا جبکہ اُنہی کی قوم
کے متعصب مخطئین نے مسلمانوں سے متعدد لڑائیاں
شروع کیں اور مسلمانوں سے خطرناک زکیں اٹھا کر اُنکی طرف
سے اور اُنکے مذہب کی طرف سے سخت نفرت دلوں میں بٹھالی اور
ایسے اعتراض کرنے شروع کر دیے جو درحقیقت خود اُنکی
کتابوں اور بستیوں پر کیسا عائد ہوتے تھے چنانچہ حال ہی میں
عمدہ اور مفید جامع کتاب اس مضمون پر کہ اسلام بذریعہ
تبلیغ کے پھیلا ہے نہ بزور شمشیر مسٹر آرنلڈ صاحب نے
لکھی ہے جو اسوقت لاہور گورنمنٹ کالج کے پروفیسر
ہیں۔ پروفیسر صاحب پختہ عیسائی ہیں اور بااعتقاد
کہ مریم کے بیٹے کو خدا اور اسکے لہو کو موجب نجات
مانتے ہیں۔ فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔ انھوں نے اپنی
محققانہ تحقیق سے اس غلطی کو جڑ سے نکال دیا ہے۔ اور ایک
جہان کو منوا دیا ہے کہ قرآن کریم اپنی ذاتی خوبی سے
دنیا میں پھیلا۔ مگر لالہ لوگ ابھی پادریوں کا سکھایا ہوا
سبق رٹتے چلے جاتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے
سنو لالہ جی۔ اسلام نے کبھی کسیکو مسلمان بنانے
کیلیے تلوار نہیں اٹھائی۔ ابتدائی زمانہ میں جب
پہلے اسلام کو مکہ کے کفار سے لڑنا پڑا۔ تاریخ کا
سرسری پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے
جنھوں نے خدا کے صادق پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو ناقابل بیان ایذائیں دیکر مکہ سے نکالا۔ آپکے
بہت سے مسکین ساتھیوں کو طرح طرح کے عذابوں سے
ہلاک کیا اور مکہ سے نکال دینے پر بھی صبر نہ کیا آخر وہ لوگ
میل طے کرکے مدینہ پر چڑھ گئے جہاں اُس محبوب خدا نے
مظلوم ساتھیوں کے ساتھ پناہ لی تھی۔ اور یوں
مسلمانوں کو دفاعی جنگ پر مجبور کرکے گویا اپنی ہی
کھینچی ہوئی تلوار سے آپ ہلاک ہوئے۔ پھر اسرائیل
اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو جنگ کا موقعہ پیش دیا۔
یہ بھی دفاعی تھا ایسے کہ ایران کے کسریٰ اور قسطنطنیہ
اور شام کے نصرانی رئیس اسلام کو برباد کرنے کی
فکر میں تھے اور چڑھائیاں بھی کر دی تھیں۔
تاریخیں جنمیں غزوات مذکور ہیں اُنہی دفاعی جنگوں
کی تاریخیں ہیں جو ظالم حملہ آوروں سے ہوئیں۔
ایک دانشمند کیلیے قرآن کی دو آیتیں کافی ہیں اگر
اُنمیں راست پسندی اور خدا ترسی ہو۔ لا اکراہ
فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین میں جبر
اور اکراہ نہیں۔ اور کیوں جبر کیا جاوے حق کی سچی
ہوا کے لیے تلوار اٹھائی۔ بجز ایسے شخص کے جسکی عقل اور ہمت کو نیوگ کے ماننے نے پست اور تاریک کر دیا ہو۔ میرے خیال میں
بالفعل اتنا کافی ہے اگر آریہ مسافر میگزین اب بھی نہ سمجھا تو پھر بھی میدان رہیں چوگان۔

عاجز عبد الکریم ۲۰ جنوری ۱۹۰۲ء از دار الامان

خدا تعالے کیلیے ایک سچی گواہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں ایک نومسلم ہوں پہلے ہندو سکھ تھا گذارہ کے لیے زمین وغیرہ سب کچھ موجود تھا اپنی برادری میں بمقام موضع بوٹر ضلع گورداسپورہ عزت دار زمینداروں کی طرح بسر کرتا تھا میرے دل میں بارہا یہ خیال گذرتا تھا کہ یہ بات ضرور توجہ کے لائق ہے کہ بابا نانک صاحب جو ہمارے گرو ہیں وہ اپنے گرنتھ وغیرہ میں اسلام کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں وہ گواہی گرنتھ اور جنم ساکھیوں میں موجود ہے اور علاوہ اسکے چولہ صاحب کی ایک زبردست گواہی الگ ہے جسپر قرآن شریف کی آیتیں اور کلمہ شریف لکھا ہوا ہے اور یہ کہ سچا دین اسلام ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ اسلام جھوٹا ہو ان خیالات کا اثر روز بروز میرے دل پر غالب ہوتا گیا کہ کسطرح ممکن ہے کہ باوا صاحب نے ایک لمبی سنت ہو کر اسقدر جھوٹ کی پیروی کی کہ مسلمانوں کیطرح نمازیں پڑھتے رہے اور حج بھی کیا اور ایک افغان مسلمان کی لڑکی سے شادی بھی کی اور بعد موت کے ہندوؤں کیطرح جلائے جانے سے اپنے تئیں بچا لیا خواہ کسیطرح بچا لیا یہ بحث الگ ہے لیکن اگر اسلام سچا مذہب نہیں تھا تو ایسے عارف اور صادق اور سنت اور رستہ نے اسلام کی سچائی کی کیوں گواہی دی نہ صرف باتوں سے بلکہ عملی طور پر بھی یہانتک کہ حج بھی کیا یہ وہ امور تھے جنہوں نے مجھے اسلام کیطرف کھینچ لیا خوش قسمتی سے میں جاہل سکھوں کیطرح نہیں تھا علاوہ اپنی گرنتھ کے عربی کی کتابیں بھی پڑھی تھیں میں نہیں کہہ سکتا کہ میں بڑا عالم تھا مگر کافی طور پر مجھے گرنتھ صاحب اور سکھ مذہب کی تعلیم اور جنم ساکھیوں وغیرہ پر خوب نظر تھی مذہب کی رو سے میں ایک متعصب سکھ تھا مگر آخر ان خیالات نے اسقدر میرے دل اور دماغ پر غلبہ کیا کہ رفتہ رفتہ اسلام کیطرف کھینچ لائے اور میں معہ اپنے تمام عیال کے مسلمان ہو گیا اور میں اب تک باوا نانک صاحب سے محبت رکھتا ہوں بلکہ ایسی محبت کہ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ کوئی سکھ بھی ایسی نہیں رکھتے ہونگے جیسا کہ میں اسکی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت انہوں نے ہی مجھے اس آگ سے بچایا اگر وہ تین گواہیاں گرنتھ اور جنم ساکھیاں اور چولہ صاحب کی دنیا میں نہ چھوڑ جاتے تو میرے جیسا سخت دل متعصب سکھ مسلمانوں کے سایہ سے بھاگنے والا کیونکر یہ دن دیکھتا کہ کبھی توحید کے چشمہ سے پانی پیتا میرے تو دل سے باوا صاحب کیلیے دعائیں نکلتی ہیں کہ خدا انکو بہشت نصیب کرے وہ نہ صرف میرے لیے بلکہ سب سکھ بھائیوں کیلیے ہدایت کا بیج بو گئے ہیں میں انکی طرح انکی دعاؤں کی برکت سے ایک مسلمان نمازی ہوا مگر انہوں نے حج بھی کیا تھا مگر میں محروم ہوں اگر خدا نے چاہا تو میں حج بھی کرونگا میں یقین رکھتا ہوں کہ باوا صاحب کی تخم ریزی ضرور دوسرے سعید سکھوں کے لیے بھی وہی نیک پھل لائیگی ہے باوا صاحب مرحوم ہندو مذہب پر ایک سخت اور تیز حربہ چلا گئے ہیں چولہ صاحب کا درشن کسقدر انسان کے دل پر اثر ڈالتا ہے جب وہ مقدس چولہ جو قدرت کے ہاتھوں سے لکھا گیا تھا کھول کر دیکھا جائے تو پہلے ہی یہ عبارت بہت موٹے قلم سے لکھی ہوئی پائی جاتی ہیں کہ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ بعض ہمارے سکھ بھائی اس کے جواب میں یہ جھوٹا عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ ایک قاضی نے باوا صاحب کو جبراً پہنایا تھا یہ وہی چولہ ہے مگر انکو کہو کہ ان جنم ساکھیوں کی شہادت عمداً پوشیدہ کرتے ہیں جنہیں لکھا ہے کہ یہ چولہ باوا صاحب کو خدا کیطرف سے ایک ہدایت نامہ ملا تھا تا اسکے موافق کاربند ہوں پھر ماسوا اس کے اگر نعوذ باللہ یہ ناپاک چیز ہوتی تو اتنی سکھ عزت سے کیوں محفوظ رکھی جاتی جو شخص اس چولہ کے درشن کے لیے ذرہ تکلیف اٹھا کر ڈیرہ نانک ضلع گورداسپور میں جائیگا اور درشن کریگا تو اسکو معلوم ہوگا کہ چولہ صاحب کا اسقدر اعزاز کیا گیا ہے کہ شاید سو سے زیادہ رومال ریشمی کپڑے وغیرہ بڑے بڑے امیر راجوں کے اسپر چڑھائے ہوئے ہیں اور بیمار انکو تبرکاً اس کے چڑھاوے اور پرشاد دیے جاتے ہیں اور باوا صاحب کے بعد جتنے گرو ہوئے چولہ صاحب کا بہت ادب کرتے رہے اور اسکو آگے رکھ کر مشکلات کیوقت دعائیں مانگتے رہے بہت سے سکھ درشن کرنیکے وقت چولہ کو گویا سجدہ کرتے ہیں غرض میرے اسلام کیلیے یہ وجوہ ہیں جو میں مان کے پھر بعد اسلام میں سنت جماعت کا مذہب اختیار کر کے اطمینان میں تھا عام مسلمانوں کی طرح میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے لیکن جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوی مسیح موعود ہونیکا کیا تو پھر دوبارہ مجھے ابتلا پیش آیا کیونکہ اول خدا کے فضل سے میں سکھ مذہب چھوڑ کر اور برادری کے تعلقات توڑنے کیوجہ سے بہت کچھ دکھ اٹھا چکا تھا جس طرح کئی برسوں تک میں اپنے عزیزوں سے الگ ہونا پڑا اور اب جب مسلمان ہوئے تو قریباً پندرہ برس تک مسلمانوں میں رہ کر ان سے برادری کیطرح تعلقات پیدا ہو گئے ان تعلقات کے بعد یہ دوسری دعوت پیش آئی کہ مذہب حق یہی ہے اور درحقیقت مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیح موعود ہیں اور دوسری کہانیاں محض خود تراشیدہ قصے یا راویوں کی غلط فہمیاں ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میری جیسی انسان کیلیے کہ اول بہت سے تعلقات توڑ کر مسلمان ہوا تھا اسقدر مشکل تھا کہ اب دوبارہ ان تعلقات کو توڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کی دعوت کو قبول کرتا مگر چونکہ میں ایک پرانے زمانہ سے ان کے حالات سے خوب واقف ہوں کہ از ابتدا انکی طبیعت دعوے سے اسیلیے میں ایسا مخالف نہ ہوا جیسے کہ دوسرے مخالف ہیں بلکہ ایک دفعہ دور اندیشی کی راہ سے بیعت بھی کر لی اور مخالفوں سے بھی لڑتا جھگڑتا رہا مگر بعض اوقات میرے دل میں خیال آتا تھا کہ کیا ممکن نہیں کہ الہام کے سمجھنے میں کچھ دھوکا ہو گیا ہو اس وسوسہ کا میں یہ جواب دیتا تھا کہ یہ اتنے نشان کیوں ظاہر ہوئے کہ رمضان میں خسوف کسوف بھی ہوا اور لیکھرام کی نسبت زبردست پیشگوئیوں نے زمانہ کے دلوں کو ہلا دیا لیکن پھر بھی بعض اوقات میرے دل میں خواہش پائی جاتی تھی کہ مجھے خود بھی خدا کیطرف سے کچھ معلوم ہو جاوے اور جیسا کہ خدا نے سکھ مذہب سے نکالنے کے لیے چولہ صاحب وغیرہ میرے لیے شہادتیں پیش کر دیں اسی طرح کوئی غیبی گواہی میرے دل کو ملجاوے اسی خاطر میں میں اب تک دعائیں کرتا رہا آخر تاریخ ۲۷ رمضان ۱۳۱۹ھ کو مجھے خواب آیا کہ ایک روشن رات ہے اور چاند نکلا ہوا ہے تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں اور آسمان سے تکیہ لگا یا ہوا ہے میں آپکے پاس گیا اور یہ پوچھنا چاہا کہ مرزا غلام احمد اپنے دعوے میں سچے ہیں یا جھوٹے تب میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دنیا میں مرزا غلام احمد کی نسبت بہت اختلاف ہو رہا ہے آپ فرماویں کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے یا کیا آپ نے فرمایا کہ وہ سچے ہیں اور تبسم کیا اور کہا دیکھو وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مرزا غلام احمد صاحب آپکے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے اور چاند درمیان ہے پھر چاند درمیان میں ان دونوں کے درمیان گم ہو گیا اور پھر میں ایک آواز سے جاگ اٹھا۔ میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خواب سچا ہے یہ درحقیقت خدا کیطرف سے ہے میرے نو بیٹے فوت ہو چکے ہیں عمر ستر برس کے قریب ہو چکی ہے اور اب اس اخیر عمر میں صرف دو بیٹے باقی ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میں نے خدا پر افترا کیا ہے تو اللہ تعالے مجھے کو بھی تباہ اور ہلاک کر دے یہ جو کچھ میں نے بیان

دنیا کا ہفتہ

مرض طاعون آجکل بہت زور پر ہے پچھلے سالون کی نسبت بیسیون نئی جگہ مین اس مرض نے ڈیرا جما دیا ہے - اب تک شہر جالندہر بچا ہوا تھا مگر اسمین بھی سنا ہے کہ دو تین کیس ہو چکے ہین پرماتما ایسی بلاؤن سے اپنی پرجا کی رکھشا کرے

مخالف نتائج دیکھ کر شراب نوشی بند ہونیکے واسطے تجاویز ہو رہی ہین چنانچہ ملازمان ریل کی ایک کانفرنس لندن مین ہوئی جسمین یہ ریزلیوشن پاس ہوا کہ ملازمان ریل جب اپنی نوکری پر ہوا کرین تو شراب سے قطعی پرہیز کیا کرین -

انگلستان اور ویلز مین سنہ ۱۸۹۰ء مین ۸۰۸۳۴ مجذامی تھے جن کی تعداد بڑھتی بڑھتی یکم جنوری سنہ ۱۹۰۰ء تک ۱۰۶۶۱۱ تک پہنچ گئی یعنی دس سال مین ۲۲۲۷۱ مریض بڑھ گئے انمین سے سب مریضون کی بابت ڈاکٹرون کی رائے ہے کہ شراب خانہ خراب کی بدولت یہ ظہور مین آیا جب شراب سے یہانتک تباہی ہو رہی ہے پھر نہ معلوم کہ اس کا استعمال حکماً بند کیون نہیں کیا جاتا -

پچھلے تیسرے سال مین شراب نوشی کی وجہ سے لندن مین پولیس کے فیصدی ۸۵ آدمیوں کے معاملات مین دست اندازی کرنی پڑتی ہے - خدا معلوم کہان تک اسکی حد کر کے چھوڑینگے + (پرچارک)

جالندہر کی کچہری ضلع کے متصل محلہ کوٹ اچھی مین ایک زمیندار کے دس بیل مکان مین بند تھے کہ ایک لڑکی جو چراغ لیکر اندر گئی تو کہین اُس کی چنگاری سے چارہ کو آگ لگ گئی چونکہ دروازہ بند تھا اس لئے دھوئین سے دس کے دس بیل تڑپ کر مرگئے -

---

بُدھ مذہب کے لوگون نے آلیاب مین ۲ لاکھ روپیہ جمع کیا ہے - گوتم بدھ کا بت کیا کتا ؤمین نصب کرینگے +

ایچیسن چیفس کالج لاہور مین ایک مندر اور دہرم سالہ بنانے کی تجویز ہی مسلمانون کے لئے ایک مسجد نواب صاحب بہاولپور کی فیاضی سے تعمیر ہو چکی ہے -

---

کلکتہ کی نمائش حرفت و صنعت مین علاوہ دو سو دستاویزات کے ۳۰ طلائی ۷۰ نقرئی تمغے بانٹے گئے -

سندہ کے ضلع تہار پرکار کے ایک زمیندار نے زراعتی بینک قائم کرنیکے واسطے ایک لاکھ روپیہ دیا اس معقول رقم سے جو فائدہ ہوگا کراچی کے مدرسہ اسلامیہ کو دیا جاویگا - سرکاری سرمایہ بھی مشترکہ ہوگا -

راجہ صاحب سکیت نے کمشنر صاحب جالندہر کی سختی کے برخلاف پنجاب گورنمنٹ سے اپیل کی ہے اور وہ چاہتے ہین کہ کمشنر صاحب دہلی کے ماتحت رکھے جاوین جب تک کہ مسٹر اینڈرسن صاحب کمشنر جالندہر ہین۔

انبالہ سیالکوٹ اور شاہجہان پور مین جو بوئیر قیدی رہتے ہین موسم گرما مین پہاڑ و نپر الکو رکھینگے +

ہندی فوجین جو ہانگ کانگ اور چین مین رہتی ہین ہر دو سال کے بعد اُنکی بدلی ہوا کریگی +

لنڈن مین شاہ عالم کے تاج قیصری مین کل ۳۱۹۰ جواہرات لگائے گئے جنمین ۲۰۰۰ خالص سفید ہیرے اور ۱۲۰ گلابی ہیرے کے تھین -

بیان کیا جاتا ہے کہ کچا انڈا اور دودہ پیٹ سے ہر قسم کا زہر نکالنے کے لئے ایک یقینی علاج ہے

سکندر آباد کے مشہور ساہوکارون کو اس جرم مین کہ انھون نے بوقت شب عدالت کا دروازہ توڑ کر ایک بکس جسمین ایک وصیت انکی متعلقہ تھی نکال لینیکا ارادہ کیا تھا تین تین سال قید اور چار چار ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی - ایک بڑھئی اور سات کنسٹیبل پولیس بھی اسمین شریک تھے بڑھئی کو ایک ماہ قید دو کنسٹیبلون کو تین تین ماہ قید اور باقیماندہ سپاہیون کو آٹھ آٹھ ماہ قید کی سزا ہوئی

پونہ مین ایک یورپین انجن ڈرائیور کو دوبارہ شادی کرنیکے جرم مین چار ماہ قید سخت کی سزا ہوئی - مجرم کا عذر تھا کہ شراب کے نشہ مین تھا - مجھ دوبارہ شادی یاد نہین ہے - دوسرے دن جب نشہ اُترا تو معلوم ہوا کہ میری شادی ہوئی تھی مگر عدالت نے اس عذر کو منظور نہین کیا +

دیسی اور انگریزی اخبار متفق ہو کر کلکتہ مین کوشش کر رہے ہین کہ قانون اخبارات مین اصلاح کیجائے -

گورنمنٹ انڈیا نے ایکہزار روپیہ امر وٹرنری افسر کو انعام کے طور پر دینے کا وعدہ کیا جو ایک کتاب متعلق امراض و علاج جانوران بار برداری تصنیف کرے -

ایک نوجوان امریکن لیڈی مسس میری ولیمز نے یونیورسٹی برلن کے علم فلسفہ مین ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی ہے اس کے ڈپلوما مین خاص الفاظ باعزاز درج ہین +

ماسٹر غلام محی الدین صاحب مالک اخبار سول اینڈ ملٹری نیوز لودیانہ کی نسبت رپورٹ ہوئی کہ انکو بجائے خواجہ احسن شاہ صاحب مرحوم کے آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا جاوے - معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ اس تقرری سے بہت خوش ہین ہم بھی اپنے معزز ہمعصر کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہین

اشتہار

باجلاس بابو نرنجنداس صاحب منصف درجہ دوم بٹالہ

بالومل ولد چندداس ذات کہتری ساکن سری گوبندپور مدعی تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بنام کلیانداس و دیا رام پسران ٹہاکرداس ساکن بہام و مسماۃ سودان بیوہ کرپارام ذات کہتری ساکن سری گوبندپور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

مقدمہ مندرجہ بالا مین کلیان داس مدعاعلیہ نے تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ کی کرے تو بہتر ورنہ اُس کی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی

۱/۱۲ ۰۲ (دستخط مُہر عدالت)

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و پروپرائٹر کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

ہمیں بجز اس کے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ میگزین کے اغراض و مقاصد سے الحکم کے پڑھنے والے بخوبی واقف ہیں۔ حضرت اقدس کی بعثت و رسالت کی اصل غرض کے سبب کے پورا کرنے میں میگزین بہت بڑا ہتھیار ہے مبارک ہوں گے وہ لوگ جنکے پاک مال اس کار خیر میں صرف ہوں۔ یعنی آپ خود خریدار ہوں اور دوسروں کو خریداری کی ترغیب دیں قیمت سالانہ چھ روپیہ ہے اردو میگزین مارچ سے شائع کیا جاوے گا جسکی قیمت ۲ سالانہ ہے اب ہم ذیل میں پہلے نمبر کے مضامین کی فہرست دیدیتے ہیں تمام درخواستیں مینیجر ریویو آف ریلیجنز کے نام بمقام قادیان آنی چاہییں۔

فہرست مضامین

الغرض مندرجہ بالا مضامین جو سب کے سب حضرت مسیح موعود کے قلم سے نکلے ہیں لیے ہوئے پہلا رسالہ شائع ہوا ہے ہم اپنے اس معزز و محترم دوست و بازو ہمعصر کا نہایت فرحت بھرے دل کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے کامیاب کرے تا اسکا جلال دنیا پر ظاہر ہو۔ آمین

ناظرین الحکم سے آخر میں اتنا ہم اور کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اگر ذرا بھی انگریزی سے آشنا ہے تو انگریزی میں ورنہ اردو میگزین ضرور خریدے۔ یہ امر ہرگز فراموش نہیں ہونا چاہیے کہ میگزین کو زیادہ مفید زیادہ مؤثر بنانے کے لیے اسکی مالی حالت کی تقویت ہے جسپر پریس اور دیگر ضروریات کی تکمیل کا انحصار ہے پس ہم ان لوگوں سے جو مسیح موعود کے مقاصد اور اغراض کی دل سے قدر کرتے ہیں امید کرتے ہیں کہ وہ حضرت کے اس حربہ پر غور کریں بوشیدہ ہو جاتا ہیں قوت شریفہ ہیہ ہو [illegible]

تلاوت قرآن کریم کیلیے اشارات

از درس حکیم الامت

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۲ء

نمبر ۲

سورۃ المومنون رکوع ۲

اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ نوح ع کا ملک بین النہرین دجلہ والفرات یعنی وہ ملک جو دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ ۲۔ مامورین اسکی شناخت۔ اوّل پہلے انبیاء و رسل کی تعلیم سے مطابقت ہو دوم۔ تائیدات سماویہ اسکے ساتھ ہوں سوم اُسپر وہی اعتراض ہوں جو پہلے نبیوں پر کیے گیے ۳۔ انبیا علیہم السلام کی تعلیم کا خلاصہ اور منشا یہ ہوتا ہے کہ اوّل صرف اللہ ہی کی عبادت کی جاوے جو کسی امید یا بیم پر موقوف ہوتی ہو دوم ترک عبادت لغیر اللہ۔ اسکی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ کوئی خدا کا ند بنایا جاوے اور ند بنانا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے بالمقابل کسی اور کا حکم مانیں اور یہ کفر ہے فلا تجعلوا لله انداداً۔ دوم عدل۔ کسیکو خدا کی مثل سمجھنا وھم بربھم [illegible] لون پس اللہ کی مثل کسیکی عبادت کرنا شرک ہے۔ ند اور شرک میں یہی فرق ہے۔ اور انبیا علیہم السلام ان دو سے خالص عبادت کی راہ بتاتے ہیں۔ الملاء ان بڑے امراء کو کہتے ہین جنکی باتوں سے آدمی کے دل پر رعب آجاتا ہے اصحاب حکومت جیسے پہل کبھی ماموریں اللہ پر ایمان نہیں لاتے اس میں سر اور منشاء الٰہی یہی ہوتا ہے کہ وہ کمزوروں کو زبردست بنانا چاہتا ہے ✦

ماموروں پر مندرجہ ذیل اعتراض ہوتے ہین

(۱) مثلکم (تمہارے جیسا)

(۲) یرید ان یتفضل علیکم (تم پر فضیلت چاہتا ہے)

(۳) ہم کو (مخالفین) کبھی الہام ہو

(۴) رجل۔ بہ جنۃ

رجل بڑا آدمی ہے (بہ جنۃ) اسکو دہت لگی ہوئی ہے

فتربصوا بہ حتی حین۔ چندی انتظار کرلو

التنور۔ وجہ الارض۔ الفلک۔ چشموں کو بھی کہتے ہین اور اونچے مکان پر بھی۔ کہتے ہین ✦

فار۔ جوش مارا

من کل۔ ہر ایک ضروری شے

ان فی ذالک آ یات۔ اے کفار کہ اسمین تیرے لئے بہت سے نشان ہین ✦

(۱) اعبدوا الله

(۲) مالکم من الٰہٍ غیرہ

(۳) افلا تتقون

(۴) بشر مثلکم

(۵) یرید ان یتفضل علیکم

(۶) لو شاء الله لانزل ملئکۃ

(۷) ما سمعنا بھذا فی اٰبائنا الاولین

(۸) رجل بہ جنۃ

(۹) فتربصوا بہ حتی حین

(۱۰) انصرنی بما کذبون

بما کذبون۔ وہ تکذیب جو تو جانتا ہو

وان کنا لمبتلین اور ضرور ضرور ہم انعام دینیوالے ہے۔

اِن کے بعد اگر لام تاکید آوے تو اس کے معنے تحقیق کے ہوتے ہین ✦

نئی کتابین

سراج الدین عیسائی نے منشی عبدالحق صاحب نومسلم کو خط لکھا تھا اُس کا جواب جو منشی صاحب موصوف نے لکھا ہے وہ آجکل انوار احمدیہ پریس میں چھپ رہا ہے ایک عجیب قابل دید رسالہ ہوگا۔

(۲) اس رسالہ کے بعد سلک مروارید کے سلسلہ مین پہلی کتاب جو بطریق ناول حضرۃ حجۃ اللہ کے منشاء سے ایڈیٹر الحکم نے طیار کی ہے طبع ہونی شروع ہوگی صرف ۵۰۰ سے چھاپی جاویگی اگر درخواستین اس سے زیادہ موصول ہوگیئں تو اس اندازے سے طبع ہوگی اس لئے پہلے درخواستوں کا آنا ضروری ہے ✦

(۳) ازالہ اوہام طبع ہو رہا ہے تفسیر القرآن کا کام بعض اسباب اور وجوہات سے بہ معرض التوا مین تھا اب حضرۃ مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ جلد جلد مسودہ بعد اصلاح واپس فرما رہے ہین اپنی طرف سے بہت جلدی کیجاتی ہے مگر خدا تعالےٰ جو بعض رکاوٹین پیش کر دیتا

[illegible]

پھر تیسری دلیل اس کے ابطال پر یہ ہے
کہ جس قدر عناصر خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں
وہ سب کروی ہیں پانی کا قطرہ دیکھو۔ اجرام
سماوی کو دیکھو۔ زمین کو دیکھو۔ یہ اس لیے
کہ کرویت میں ایک وحدت ہوتی ہے۔
پس اگر خدا میں تثلیث تھی تو چاہیے تھا
کہ مثلث نما اشیا ہوتیں۔ ان ساری باتوں
کے علاوہ بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے۔ جو
تثلیث کا قائل ہے اسکا فرض ہے کہ وہ
اس کے دلائل دے + ہم جو کچھ توحید کے
متعلق یہودیوں کا تعامل باوجود اختلاف
فرقوں کے۔ اور باطنی شریعت میں اس کا اثر
ہونا اور قانون قدرت میں اسکی نظیر کا ملنا
بتاتے ہیں اسپر غور کرنے کے بعد اگر کوئی تقویٰ
سے کام لے تو وہ سمجھ لے گا کہ تثلیث پر
جسقدر زور دیا گیا ہے وہ صریح ظلم ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے
کہ وہ کبھی غیر تسلی کی راہ اختیار نہیں کرتا۔ ایچ
پیچ ڈنڈیوں کے بجائے شاہراہ پر چلنے
والے سب سے زیادہ ہوتے ہیں اور
اسپر چلنے والوں کے لیے کسی قسم کا خوف و
خطرہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ
اس راہ کی شہادت قوی ہوتی ہے پس جب
دنیا میں یہ ایک روز مشاہدہ میں آئی بات
ہے پھر آخرت کی راہ قبول کرنے میں انسان
کیوں غیر تسلی کی راہ اختیار کرے جسکے
لیے کوئی کافی اور معتبر اور سب سے بڑھ کر زندہ
شہادت موجود نہ ہو۔ اسوقت دنیا میں
ہزاروں راہیں نکالی گئیں ہیں۔ مگر سعید
اور مبارک وہی ہے جو دنیا کے لالچوں
کو چھوڑ کر محض خدا کے لیے فقر و فاقہ اختیار
کر کے خدائی راہ پر چلنے کی تلاش میں نکلے
اور جو خلوص نیت سے اُسے ڈھونڈتا ہے
وہ اسکو پا لیتا ہے۔

عیسائی مذہب کے استیصال کیلیے

ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اور اب وقت
آگیا ہے کہ یہ طلسم ٹوٹ جاوے اور وہ بت
جو صلیب کا بنایا گیا ہے گر پڑے اور اصل
بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے مبعوث نہ
بھی فرماتا تب بھی زمانہ نے ایسے حالات اور
اسباب پیدا کر دیے تھے کہ عیسائیت کا پول
کھل جاتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت اور جلال
سے یہ صریح خلاف ہے کہ ایک عورت کا بچہ
خدا بنایا جاتا جو انسانی حوائج اور لوازم
بشریہ سے کچھ بھی استثنا اپنے اندر نہیں
رکھتا۔

میں نے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں میں نے
کامل تحقیقات کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے
کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا
اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتار
لیا گیا تھا اور وہاں سے بچکر وہ کشمیر میں
چلا آیا۔ جہاں اُس نے ایک سو بیس برس کی
عمر میں وفات پائی اور اب تک اُس کی قبر
خان یار کے محلہ میں یوز آسف یا شہزادہ
نبی کے نام سے مشہور ہے۔

اور یہ بات ایسی نہیں ہے جو محکم اور مستقیم
دلائل کی بنا پر نہ ہو بلکہ صلیب کے جو واقعات انجیل
میں لکھے ہیں خود اُن سے معلوم ہوتا ہے
کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ سب سے اول
یہ ہے کہ خود مسیح نے اپنی مثال یونس سے دی ہے
کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے
یا مر کر اور پھر یہ کہ پیلاطوس کی بیوی نے
ایک ہولناک خواب دیکھا تھا + جس کی
اطلاع پیلاطوس کو بھی اُس نے کر دی اور
وہ اس فکر میں ہو گیا کہ اسکو بچایا جاوے
اور اسی لیے پیلاطوس نے مختلف پیرایوں میں
مسیح کے چھوڑ دینے کی کوشش کی اور آخر
اپنے ہاتھ دھو کر ثابت کیا کہ میں اس سے
بری ہوں۔ اور پھر جب یہودی کسی طرح
ماننے والے نظر نہ آئے تو یہ کوشش کی گئی
کہ جمعہ کے دن بعد عصر اُنکو صلیب دی گئی۔
اور چونکہ صلیب پر بھوک پیاس اور دھوپ
وغیرہ کی شدت سے کئی دن رہ کر مصلوب
انسان مر جایا کرتا تھا وہ موقع مسیح کو پیش
نہ آیا کیونکہ کسیطرح نہیں ہو سکتا تھا کہ جمعہ
کے دن غروب ہونے سے پہلے اُسے صلیب پر
سے نہ اُتار لیا جاتا کیونکہ یہودیوں کی شریعت
کے رو سے یہ سخت گناہ تھا کہ کوئی شخص سبت
یا سبت سے پہلے رات صلیب پر رہے
مسیح چونکہ جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھایا
گیا تھا اس لیے بعض واقعات آندھی وغیرہ
کے پیش آجانے سے فی الفور اُتار لیا گیا۔
پھر دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے
تھے اُنکی ہڈیاں تو توڑ دی گئی تھیں مگر مسیح
کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔

اور پھر مسیح کی لاش ایک ایسے آدمی کے
سپرد کر دی گئی جو مسیح کا شاگرد تھا۔ اور
اصل تو یہ ہے کہ خود پیلاطوس اور اُس کی
بیوی بھی اُس کی مرید تھی چنانچہ پیلاطوس کو
عیسائی شہیدوں میں لکھا ہے اور اسکی
بیوی کو ولیہ قرار دیا ہے۔ اور ان سب سے
بڑھ کر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے جسکو مسلمان
یہودی۔ رومی اور عیسائی اور مجوسی طبیبوں
نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ مسیح کے زخموں
کے لیے طیار ہوا تھا اور اسکا نام مرہم عیسیٰ
اور مرہم حواریین اور مرہم رسل اور مرہم
شلیخا وغیرہ بھی رکھا۔ کم از کم ہزار کتاب
میں یہ نسخہ موجود ہے۔ اور یہ کوئی عیسائی
ثابت نہیں کر سکتا کہ صلیبی زخموں کے سوا
اور بھی کبھی کوئی زخم مسیح کو لگے تھے اور
اسوقت حواری بھی موجود تھے۔ اب بتاؤ
کہ کیا یہ تمام اسباب اگر ایک جا جمع کیے جاویں
تو صاف شہادت نہیں دیتے کہ مسیح صلیب
پر سے زندہ بچکر اُتر آیا تھا۔ اسپر اسوقت ہمکو
کوئی لمبی بحث نہیں کرنی ہے + یہودیوں کے
جو فرقے متفرق ہو کر افغانستان یا کشمیر میں
آگئے تھے وہ اُنکی تلاش میں ادھر چلے آئے
اور پھر آخر کشمیر ہی میں اُنھوں نے وفات
پائی۔ اور یہ بات انگریز محققوں نے بھی مان
لی ہے کہ کشمیری دراصل بنی اسرائیل ہیں چنانچہ
برنیر نے اپنے سفرنامہ میں یہی لکھا ہے
اب جبکہ یہ ثابت ہوتا ہے اور واقعات
صحیحہ کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ صلیب پر
نہیں مرے بلکہ زندہ اُتر آئے تو پھر کفارہ
کا کیا باقی رہا۔

پھر سب سے عجیب تر یہ بات ہے کہ عیسائی
جس عورت کی شہادت پر مسیح کو آسمان
پر چڑھاتے ہیں وہ خود ایک اچھے اور
شریف چال چلن کی عورت نہ تھی۔

باقی آیندہ انشاء اللہ

بقیہ

خطبہ عید الفطر

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۲ جلد ۶

کیا بڑا بول بولا - نادان زمیندار بادشاہ کو طلب کرتا ہے اسے معلوم نہیں کہ بادشاہ تو رہا ایک طرف اگر ایک معمولی سا چپراسی بھی آگیا تو وہ مار مار کر سر گنجا کر دے گا اور محاصل لے لے گا - اسی طرح یہ ماموروں کے مخالف ایسے ہی اعتراض کیا کرتے ہیں لیکن جب ملائکہ کا نزول ہو جاتا ہے پھر ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں جو انھیں یا تو چکنا چور کر دیتے ہیں اور یا وہ ذلیل و خوار حالت میں رہ جاتے ہیں اور یا منافقانہ رنگ میں شریک ہو جاتے ہیں - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین قسم کے لوگ ہوئے تھے ایک وہ جو سابق اول من المہاجرین تھے اور دوسرے وہ جو فتح کے بعد ملے ہیں اور تیسرے اسوقت جو رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کے مصداق تھے اسی طرح جو لوگ عظمت و جبروت الٰہی کو پہلے نہیں دیکھ سکتے - آخر انکو داخل ہونا پڑتا ہے اور اپنی بودی طبیعت سے اپنے سے زبردست کے سامنے مامور من اللہ کو ماننا پڑتا ہے اور بلکہ آخر یعطوا الجزیۃ وھم صاغرون کے مصداق ہو کر رہنا پڑتا ہے۔

پھر اس سے ایک اور گندہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ملائکہ بھی نہیں آتے ہیں بھی الہام نہیں ہوتا - کشف نہیں ہوتا اور یہ دوکاندار بھی نہ سہی مگر یہ بھی تو دیکھیں کہ کیا ہمارے پیشوایان مذہب نے اسکو مان لیا ہے؟ وہ لوگ چونکہ اپنے نفس کے غلام اور اپنی جذبات کے تابع فرمان ہوتے ہیں اس لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ

ما سمعنا بھذا فی اباءنا الاولین

ہم نے یہ باتیں جو یہ بیان کرتا ہے اپنے آباو اجداد سے تو کبھی بھی نہیں سُنی ہیں +

جب کوئی مامور من اللہ آتا ہے تو نادان - بدقسمتی سے یہ اعتراض بھی ضرور کرتے ہیں کہ یہ تو نئی نئی بدعتیں نکالتا ہے اور ایسی تعلیم دیتا ہے جس کا ذکر بھی ہم نے اپنے بزرگوں سے نہیں سنا - اسوقت بھی جب خدا کی طرف سے ایک مامور ہو کر آیا اور اُس نے سنت انبیا کے موافق ان بدعتوں اور مشرکانہ تعلیموں کو دور کرنا چاہا جو قوم میں بُعد زمانہ کے باعث پھیل گئی تھیں تو ناعاقبت اندیش - ناقدر شناس قوم نے بجائے اس کے کہ اسکی آواز پر آگے بڑھ کر لبیک کہتی اسکی مخالفت شروع کی اور نوح کی قوم کیطرح اسکی باتوں کو سنکر یہی کہا ما سمعنا بھذا فی اباءنا الاولین

یہ سلف کے خلاف ہے یہ اجماع امت کے مخالف ہے - فلاں بزرگ کے اقوال میں کہاں لکھا ہے؟ فلاں مفسر کے مخالف ہے وغیرہ وغیرہ یہی صدائیں ہمارے کان میں آرہی ہیں ورنہ اگر غور کیا جاتا اور ذرا ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر توجہ کی جاتی جو خدا کا مامور لیکر آیا تھا اور سنن انبیا کے موافق اسکی تعلیم کو دیکھا جاتا تو آسانی کے ساتھ عقدہ حل ہو سکتا تھا مگر افسوس ان نادانوں نے حیلہ بازی سے وہی کہا جو پہلے معترضوں اور مخالفوں نے کہا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں انبیا و رسل کے مخالفین کے اعتراضوں کو پڑھکر بھی بڑی عبرت ہوتی ہے - اور خدا کے فضل سے میں اس مقام پر پہونچ گیا ہوں کہ میرے سامنے اب کسی نشان یا اعجاز کی ضرورت میرے ماننے کے لیے نہیں رہی اسی لیے میں یہ اصول سمجھاتا ہوں کہ مامور من اللہ جب آتے ہیں تو کیا لے کر آتے ہیں؟ اور ان پر کس قسم کے اعتراض کیے جاتے ہیں؟ میں نے بارہا معترضوں اور مخالفوں سے اب بھی پوچھا ہے کہ وہ کوئی ایسا اعتراض کریں جو کسی پہلے نبی پر نہ کیا گیا ہو؟ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ کوئی نیا اعتراض پیش نہیں کرتے - میں تعجب کرتا ہوں کہ آج جو لوگ حضرت اقدس کی مخالفت میں اُٹھے ہیں اُن کے معتقدات کا تو یہ حال ہے

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اصل غرض اور قرآن شریف کی تعلیم کا خاص منشا دنیا میں سچی توحید کا قائم کرنا تھا مگر لوگوں کو پوچھو تو وہ مسیح کو خالق مانتے مخلوق - مردے - شافی مانتے ہیں - عالم الغیب یقین کرتے ہیں - محیی اُسے مانتے ہیں حلال و حرام ٹھیرانے والا اسی کو سمجھتے ہیں قدوس وہ ہے - ساری دنیا کے راستبازوں حتی کہ اصفی الاصفیا سرور انبیا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تک کو مس شیطان سے بری نہیں سمجھتے مگر مسیح کو بری کرتے ہیں - مسیح خلا میں ہے زندہ ہے مگر باقی سارے نبی فوت ہو چکے اس کے آئندہ مرنے کے دلائل بھی بودے کمزور اور ایسے الفاظ پر مشتمل ہیں کہ ان پر بہت سے اعتراض ہو سکتے ہیں غرض وہ کون سی صفت خدا میں ہے جو مسیح میں نہیں مانتے؟ اسپر بھی جو ایک خدا کے ماننے کی تعلیم دیتا ہے - اور خدا کی عظمت و جلال کو اسی طرح قائم کرنا چاہتا ہے جیسے انبیا کی فطرت میں ہوتا ہے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اور اسکی تعلیم کو کہا جاتا ہے کہ سلف کے اقوال میں اس کے آثار نہیں پائے جاتے - افسوس!! یہ لوگ اگر انبیا علیہم السلام کی مشترک تعلیم کو پڑھتے اور قرآن شریف میں ماموروں کے قصص اور ان کے مخالفوں کے اعتراضوں اور حالات پر غور کرتے تو انھیں صاف سمجھ میں آجاتا کہ یہ وہی پرانی تعلیم ہے جو نوح - ابراہیم - موسی - عیسی - علیہم السلام اور سب سے آخر خاتم الانبیا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم لیکر آیا تھا - اگر تعلیم پر غور نہ کر سکتے تھے تو ان اپنے اعتراضوں ہی کو دیکھتے کہ کیا یہ وہی تو نہیں جو اس سے پہلے ہر زمانہ میں ہر مامور پر کیے گئے ہیں -

مگر

افسوس تو یہ ہے کہ یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہی نہیں -

غرض

یہ بھی ایک مرحلہ ہوتا ہے جو مامور من اللہ اور اسکے مخالفوں کو پیش آتا ہے اور اس زمانہ میں بھی پیش آگیا -

پھر جب یہ لوگ گھبرا اُٹھتے ہیں اور لوگوں کو دین الٰہی کیطرف رجوع کرتا ہوا پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفتیں اور عداوتیں مامور کے حوصلے اور ہمت کو پست نہیں کر سکتی ہیں۔ اور وہ ہر آئے دن بڑھ بڑھ کر اپنی تبلیغ کرتا ہے اور نہیں تھکتا اور درماندہ نہیں ہوتا اور اپنی کامیابی اور مخالفوں کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتا ہے جیسے نوح علیہ السلام نے کہا کہ تم غرق ہو جاؤ گے اور خدا کے حکم سے کشتی بنانے لگے تو وہ اسپر ہنسی کرتے تھے نوح نے کیا کہا ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون۔ اگر تم ہنسی کرتے ہو تو ہم بھی ہنسی کرتے ہیں اور تمہیں انجام کا پتہ لگ جاوے گا کہ گندے مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔ اسی طرح پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ سنکر کہا قومھما لنا عابدون۔ انکی قوم تو ہماری غلام رہی ہے ھو ذی لا یکاد یبین۔ یہ کمینہ ہے اور بولنے کی اسکو مقدرت نہیں اور ایسا کہا کہ اگر خدا کی طرف سے آیا ہے تو کیوں اسکو سونے کے کڑے اور خلعت اپنی سرکار سے نہیں ملا غرض یہ لوگ اسی قسم کے اعتراض کرتے جاتے ہیں اور جب انکی ان تھک کوششیں اور مساعی کو دیکھتے ہیں اور اپنے اعتراضوں کا انکی ہمت اور عزم پر کوئی اثر نہیں پاتے بلکہ قوم کا رجوع دیکھتے ہیں تو پھر کہتے ہیں ان ھو الا رجل بہ جنۃ۔ میاں یہ وہمی آدمی ہے۔ انسان جس قسم کی دُھت لگاتا ہے اسی قسم کی رویا بھی انکو ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے خیالات کے اظہار سے وہ یہ کرنا چاہتے ہیں کہ تا خدا کی پاک اور سچی وحی کو ملتبس کریں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جیسے رمال۔ احمق جفار۔ گنڈے والے۔ فال والے۔ ایک سچائی کے ساتھ جھوٹ ملاتے ہیں اسیطرح اس سچائی کا بھی خون کریں۔ اسلیے کہدیتے ہیں کہ یہ وحشت کی باتیں ہیں یہ وعدے اور یہ پیشگوئیاں اپنے ہی خیالات کا عکس ہیں دوستوں کے لیے بشارتیں اور اعدا کے لیے انذار یہ جنون کا رنگ کہتے ہیں۔ عیسائی اور آریہ اب تک اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں اپنے مطلب کی وحی بنا لیتے ہیں اور دور کیوں جائیں اسوقت کے کم فہم مخالف بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر ایک عجیب بات میرے دل میں کھٹکتی ہے کہ وہ کافر جو نوح علیہ السلام کے مقابل میں تھے انہوں نے کہا

فتربصوا بہ حتی حین۔

چندروز اور انتظار کر لو۔ اگر یہ جھوٹا اور کاذب مفتری ہے تو خود ہی ہلاک ہو جاوے گا مگر ہمارے وقت کے نا عاقبت اندیش۔ اندھوں اور نادانوں کو اتنی بھی خبر نہیں اور انہیں اتنی بھی صلاحیت اور صبر نہیں جو نوح کے مخالفوں میں تھا وہ کہتے ہیں فتربصوا بہ حتی حین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ کاذب کا انجام اچھا نہیں ہوتا اسکی گردن پر جھوٹ سوار ہوتا ہے خود اسکا جھوٹ ہی اسکی ہلاکت کیلیے کافی ہوتا ہے مگر وہ لوگ کیسے کم عقل اور نادان ہیں جو اس سچائی سے بھی دور جا پڑے ہیں اور اس معیار پر صادق اور کاذب کی شناخت نہیں کر سکتے میرے سامنے بعض نادانوں نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ مفتری کے لیے مہلت ملجاتی ہے قطع نظر اس بات کے کہ انکے ایسے بیہودہ دعوی سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت پر کسقدر حرف آتا ہے قطع نظر اس کے ان نادانوں کو اتنا معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن کریم کی پاک تعلیم پر اس قسم کے اعتراف سے کیا حرف آتا ہے اور کیونکر انبیاء و رسل کے پاک سلسلہ پر سے امان اُٹھ جاتا ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ کوئی ہمیں بتائے کہ آدم سے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ سے لے کر اسوقت تک کیا کوئی ایسا مفتری گذرا ہے جس نے یہ دعوی کیا ہو کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے اور وہ کلام جسکی بابت اسنے دعوی کیا ہو کہ خدا کا کلام ہے اسکو شائع کیا ہو اور پھر اسے مہلت ملی ہو؟ قرآن شریف میں ایسے مفتری کا تذکرہ یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک اقوال میں یا پاک لوگوں کے بیان میں اگر ہوا ہے تو دکھاؤ کہ اس نے تقول علی اللہ کیا ہو اور بچ گیا ہو۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ وہ ایک مفتری بھی پیش نہ کر سکیں گے۔ مہلت کا زمانہ میرے نزدیک وہ ہے جبکہ مکہ میں اللہ تعالے کا کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں نازل ہوا۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منہ بالیمین۔ ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ اسکا اپنا کلام ہوتا نہ خدا کا۔ تو ہم اسے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اسکو بچا نہ سکتا کیسا صاف اور سچا معیار ہے کہ مفتری کی سزا ہلاکت ہے اور اسی کو کچھ مہلت نہیں دیجاتی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی کیسی روشن دلیل اور ہر صادق مامور من اللہ کی شناخت کا کیسا خطا نہ کرنیوالا معیار ہے مگر اسپر بھی نادان کہتے ہیں کہ نہیں

مفتری کو مہلت مل جاتی ہے!!!

یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اب کیا مشکل ہے جو ہم اس زمانہ کو جو مفتری کے ہلاک ہونے اور راستباز کے راستباز ٹھیرائے جانے کا معیار ہو سکتا ہے سمجھ لیں۔

اس آیت کے نزول کا وقت صاف بتاتا ہے مگر اندھوں کو کون دکھلا سکے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ جامع جمیع کمالات تھے آپکی امت ان تمام برکات اور فیوض کی جامع ہے جو پہلی امتوں پر انفرادی طور پر ہوئے اور آپکے اعدا تمام خسرانوں کی جامع جو پہلے نبیوں کے مخالفوں کے حصے میں آئے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے جب سورۃ شعرا میں ہر نبی کا قصہ بیان فرماتا ہے تو اسکے بعد فرماتا ہے ان ربک لھو العزیز الرحیم۔

باقی آئندہ

زریں اصل

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا + اور ایڈیٹر الحکم نے اپنی طرز و الفاظ میں لکھا۔ (ایڈیٹر)

مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ

یہ آیت بہت ہی غور کے قابل ہے اور اس وقت میں اپنے دوستوں کو اس آیت کی طرف پوری توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ کافروں کی دعا بیکار جاتی ہے یا یوں کہو کہ جسکی دعا بیکار۔ تعینی اور بے سود ہو وہ کافر ہے یا بالفاظ دیگر یوں تعبیر کرو کہ کسی کے خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مردود اور مخذول ہونے کا سب سے بڑھ کر یہ نشان ہے کہ اسکی دعا آسمان پر نہ چڑھ سکے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ ایک عجیب لذیذ اور معاً خوفناک ٹکڑا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک صادق راستباز اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق رکھنے والے مومن اور ایک کاذب مفتری یا کافر منافق میں بین امتیاز کی راہ رکھدی ہے۔ اور جس قدر ایک دل رکھنے والا انسان اس آیت پر غور کرتا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں اور مطرودوں کے حالات پر نگاہ کرے گا ایک ذوق اور انشراح صدر کے ساتھ یہ زریں اصول اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ راستباز کی شناخت کے منجملہ دیگر معیاروں کے ایک زبردست معیار یہ بھی ہے جسکو ہم

قبولیت دعا

کہتے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اسی کی تائید میں یوں فرماتا ہے

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ

اللہ تعالیٰ کے مرسلوں اور ماموروں نے جب اس پاکذات ہی کو پکارا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فیصلہ مانگا۔ اور مخالفوں نے بھی فیصلہ چاہا لیکن ظالم مخالف حق کی راہ میں روک ہونیوالے ناکام و نامراد رہے۔

یہ مسئلہ ایسا صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ماننے کے لیے اس کی صفات کے سمجھنے کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کے ماموروں اس سے سچا اور حقیقی تعلق رکھنے والے راستبازوں کی شناخت کیلیے اس سے بڑھ کر مصفا تر اور روشن تر سڑک نہیں ہے یعنی یہ کہ

کون ہے جسکی دعا قبول ہوتی ہے اور کون ہے جسکی نہیں

اس سے صاف معلوم ہو جاوے گا کہ جس کی دعا قبول ہوتی ہے وہ وہ انسان ہے جو رب السموات والارض کو پکارتا ہے۔ اور جسکی قبول نہیں ہوتی وہ راندہ درگاہ ہے جسنے حقیقی خدا کو چھوڑ کر کسی عورت زار و ناتوان یا کسی اینٹ پتھر درخت کو پکارا ہے کیونکہ عدم قبولیت صاف بتاتی ہے کہ حقیقی خدا کو نہیں پہچانا ورنہ رحمان رحیم خدا ایسا نہیں جو کسی مضطر کی پکار نہ سنے وہ جو بن مانگے عطا کرنے والا مولا اور معطی ہے کب ہوسکتا ہے کہ کوئی اس سے سچے اخلاص اور حقیقی ارادتمندی کے ساتھ پورے اضطراب اور اضطرار میں مانگے اور ناکام رہے؟

پس

جسکی دعا بے اثر اور جسکی پکار بے سود ہے وہ سمجھ لے کہ اس مسئلہ میں اسکی دعا نہیں جہاں کوئی پکار رد نہیں ہوتی ہے۔

غرض

تمام قرآن شریف پڑھ کر دیکھلو اور فیصلہ اسی قبولیت دعا پر رکھا ہے تاریخ صحیح کے اوراق اب تک گواہی دیتے چلے آتے ہیں کہ ایک شخص کے مقابلہ میں لا انتہا مخلوق ہلاک ہوگئی ہے۔ ذرا بلند نظری سے دیکھو کہ کیسے کیسے پہاڑ جو اپنے ساز و سامان اپنی جمعیت اپنی تدابیر پر نازاں تھے ایک بیکس۔ ناتوان۔ کس پرس۔ یتیم کے مقابلہ میں تھے مگر قدرت ایزدی کیا کرشمہ دکھاتی ہے کہ وہ پہاڑ چور چور کیے جاتے ہیں اور وہ بیابان مکہ کا نکالا ہوا یتیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کامیاب ہوجاتا ہے۔ وہ بات کیا تھی؟ یہی قبولیت دعا ہی تو تھی؟ یہ صرف معرفت خدا ہی سے دعائیں ہوتی تھیں مخالف بھی تو اپنی جگہ دعائیں کرتے تھے مگر انکے قبول نہ ہونے اور نامراد ہونے کا یہی راز ہے کہ انکی دعائیں تو مطلق۔ مقتدر۔ غالب علی امرہ خدا کے حضور نہ تھیں بلکہ وہ لات منات عزیٰ کے حضور سے تھیں پس وہ جو خود ہلنے اور حرکت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے جنہیں کوئی حس اور قوت نہ تھی وہ کسی کی دعا میں کیا قوت کا نمونہ دکھا سکتے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں کیا قوت اور تاثیر رکھتی تھیں؟ انمیں کیا جذب اور شوکت تھی؟ کہ آپ کے لیے وہ زمین زمین اور آسمان آسمان نہ رہا۔ بلکہ ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا ہوگیا۔

بات صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں پورے شعور اور سچے اور لذیذ ایمان کے ساتھ تھیں جو حضور کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر تھا حقیقی طور پر خدا ہی سے تھیں اور اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ایسا ہی رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اس قسم کی جتنی دعائیں ہیں وہ سب قبول ہوئی ہیں اور ایک عالم نے انکی قبولیت کے اثر کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ سے لیکر اب تک اور پھر قیامت تک ان کامیابیوں کے نمونے نظر آتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ دعا کرنیکے واسطے اولاً یہ ضروری ہے کہ وہ کونسی ہستی ہے جس کے حضور دعا کیجاتی ہے پھر اسکی صفات اور قدرتوں پر پورا ایمان ہو اور پھر اس کے ساتھ سچا تعلق ہو جب تک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت اور پھر اسپر لذیذ ایمان نہو بات نہیں بنتی۔

وہ لوگ جنکو خدا نے سچی معرفت اور مستحکم ایمان بخشا ہے وہ بہت کم ہیں بہت ہیں جو استبعاد کے مرض میں مبتلا اور گرفتار ہیں۔

استبعاد کیا ہے؟ اپنے محدود اور ضعیف قویٰ اور کمزور اور ناقص علم پر لحاظ اور قیاس کر کے خدا تعالیٰ کی نسبت بھی یہی رائے قائم کر لیجاوے کہ اس سے یہ کام نہیں ہونے کا۔ یہی استبعاد ہے جسکی وجہ سے ہزاروں انسان خودکشی کرتے ہیں اور انکی تعداد تو بہت ہی زیادہ ہے جو روحانی طور پر خودکشی کرتے ہیں۔

خیالی تہذیب و شائستگی کے ملکوں میں خودکشیوں کی کثرت صاف بتاتی ہے کہ ان کا ایمان کسی

ایسی زبردست اور مقتدر ہستی پر بنیں جو کبھی بھی انسان کو مایوس نہیں ہونے دیتی اور بڑی سے بڑی نامرادی اور ناکامی میں بھی جو مادی دنیا کی نگاہ میں نامرادی کہلاتی ہو مومن بااللہ کے لیے ایک بھی کامیابی اور حقیقی راحت نکل آتی ہے کیوں؟ خدا تعالے پر ایمان ہے۔

میں جب یورپ کے مختلف ممالک کی خودکشیوں اور آئے دن ایسی ناگوار فعل کی کثرت کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے عورت زاد خدا کو ماننے والوں پر رحم اور عیسائیت پر افسوس آتا ہے کہ اس نے ان کے سامنے ایک ناتوان اور بیکس اور عدم قبولیت دعا کا پورا نمونہ خدا پیش کیا ہے ایسے مردہ پرست قوم میں زندگی کی روح پیدا کیونکر ہو۔ مردہ پرست نصرانیت اگر اس خدا کا چہرہ دکھاتی جو عنوں کی تاریکی میں تو رہے تو یہ مصیبت آج اس کے پرستاروں کو پیش نہ آتی کہ ذرا بھی نامرادی پر گولی کھا کر ڈھیر ہو جاتے ہیں۔

غرض

دعا میں بڑی قوت اور تاثیر ہے مگر یہی دعا کے لیے مؤثر اور جاذب نصرت دعا کے پہلے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالے کی ذات اور اسکی صفات کی معرفت ہو اور اُنپر سچا ایمان ہو۔ وہ شخص جو اپنی راہ میں پہاڑ دیکھتا ہے اور کوئی ہتھیار انکو اڑانے کا اسکے پاس نہیں ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہو سکتا اگر اسکو یہ یقین ہے کہ میرا خدا حقیقی طور پر علی کل شیءٍ قدیر ہے وہ اللہ تعالے کی قدرت اور طاقت پر نظر کرتا ہے اور وہ پہاڑ اسکے سامنے ایک ذرہ سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھ سکتا اسکا دل آنے والی کامیابی کو دیکھکر لذت اور سرور سے بھر جاتا ہے اور وہ شرح صدر کے ساتھ یوں اُٹھتا ہے مولیٰ کریم ان پہاڑوں کو دور کردے ذرا غور کرو۔ کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات اور دکھ دینی پہاڑوں سے کم تھیں؟ پہاڑوں کو تو آج کل کی سفرمینا پلٹن اڑا دیتی ہیں سُنل نکالکر رستے صاف کرلیتی ہیں لیکن اگر ان پہاڑوں کے کھود دینے کو کوئی شکل پیش آجاوے تو پھر انکو خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو لا انتہا مشکلات اور مصائب پیش آئے لیکن اگر حقیقی خدا آپ جلوہ گر نہ ہوتا تو کب ممکن تھا کہ بشری طاقتیں قائم رہ سکتیں۔

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات پر سوچتے سوچتے جب اس مقام پر پہونچتا ہوں کہ وہ بنی اسرائیل کو لیکر ایسے مقام پر پہونچے ہیں کہ آگے دریائے نیل موجیں مارتا ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے۔ آگے بڑھتے ہیں تو دریا غرق کرنے والا موجود اور پیچھے ہٹتے ہیں تو لشکر فرعون قتل پر آمادہ غرض نہ راہ رفتن نہ روئے ماندن ایسی حالت میں کمزور فطرت ضعیف الایمان بنی اسرائیل کیا کہتے ہیں

یٰمُوسیٰ اِنَّا لَمُدْرَکُوْن

اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے۔ ان الفاظ پر غور کرو کہ کسقدر ضعف اور پریشانی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ خدا جانے وہ ساٹھ ہزار تھے یا ستر ہزار مگر انکی گھبراہٹ کو دیکھو کہ کیسے بے دل ہو کر بولتے ہیں مگر وہ موسیٰ مرد خدا کیا کہتا ہے۔

کَلَّا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْن

میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب کوئی راہ نکال دے گا۔ ایک ہی قسم کے اسباب اور واقعات موسیٰ اور اسکی قوم کو درپیش ہیں قوم باوجودیکہ ساٹھ ہزار افراد کا مجموعہ ہے ایسے گھبرائے اور ہٹے پٹائے کہ کچھ بن نہیں پڑتا تھا مگر یہ مرد خدا انہیں واقعات کو دیکھتا ہوا یہی کہتا ہے کلا ان معی ربی سیھدین۔ یہ ثبوت ہے اللہ تعالے کی ہستی کا۔ اسکے بے نشان کی چہرہ نمائی کی یہی راہ ہے وہ موسیٰ اگر انسانی قوی کا بندہ ہوتا اسکی نظر اگر زمین اور اسکے اسباب تک ہی محدود ہوتی تو وہ بھی وہی بولتا جو قوم بولی تھی مگر نہیں اسے خدا پر ایک قوی ایمان تھا جو قوم میں نہ تھا۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر خطرناک وقت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر آیا ہے اس غار ثور میں جہاں سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کا خالص جان نثار رفیق ابو بکر صدیق ہے اور دشمن ٹھیک اس غار کے منہ پر پہونچ گئے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاؤں کی چاپ بھی سنائی

دیتی ہے۔ یہ صادق الایمان انسان کس قوت اور طمانیت کے ساتھ اپنے رفیق سے کہتا ہے۔ **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** اللہ اللہ ان الفاظ میں کیا قوت اور جذب ہے۔ موسیٰ تو ان معی ربی کہتا ہے اللہ تعالے کی ایک صفت کو لیتا ہے مگر یہ کامل انسان کس بصیرت اور معرفت کے عظیم الشان منار پر کھڑا ہے جو کہتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

یہ ایمانی رنگ اور خالص یقین جو معرفت کے نور سے منور ہے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں نہیں۔ یہ ایک ثبوت ہے آنحضرت صلعم کے افضل الرسول ہونے کا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد تمام دنیا پرست دہریوں کے لیے ایک روشن چراغ ہے ایک زمینی آدمی زمینی اسباب پر نگاہ رکھنے والا کیونکر یہ بات کہہ سکتا ہے اللہ نہ صرف کہتا ہے بلکہ پھل کھا کر دکھا سکتا ہے؟

ان امور پر غور کرکے ایک زیرک انسان اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ یہ خدا کے برگزیدے کن الفاظ میں بولتے ہیں۔ اگر یہ نتیجہ میں فیل ہو جاتے تو شبہ پڑ سکتا تھا کہ وہ خدا سے نہیں لیکن انکی کامیابیوں نے مہر کردی کہ وہ جو کچھ کہتے تھے خدا سے فیض پاکر بولتے ہیں۔

ایسے الفاظ منہ سے نکالدینا تو کوئی بڑی بات نہیں ایک ذلیل انسان بھی کہہ سکتا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور ایک مردہ پرست عیسائی بھی کہدیتا ہے

[illegible]

مگر جب تک تجلی نہ ہو وہ جھوٹا ہے۔ بڑا بھاری نشان خدا کی نصرت اور بابرکت کامیابی کا اگر ساتھ نہیں تو کچھ نہیں صرف منہ سے کہنا عبث اور باطل ہے پس سچا معیار اور کامل اصول جو خدا کے کلام میں ہیں ایمان کی پرکھ کے لئے ہے وہ یہی ہے **مَا دُعَاءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ**۔

وہ لوگ جو خدا تعالے پر سچا ایمان نہیں رکھتے اور استبعاد کے مرض میں گرفتار ہیں انکی دعا اور پکار کی مثال اس شخص کیسی ہے جو پانی کو کہے کہ اے پانی تو میرے منہ میں آجا۔ اس مثال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانی

کی فطرت اور پینے سے ناآشنا محض ہے کیونکہ پانی کبھی خود بخود منہ میں نہیں آجاتا

الغرض

قبولیت دعا ایک کبھی بھی خطا نہ کرنے والا معیار ہے آج بھی اسی پیمانہ پر راستباز مومن باللہ مامور من اللہ اور ایک مفتری کافر بے ایمان کو آزماؤ۔ اگر کسی کے پاس منطقی ثبوت اس غرض کے لیے نہوں تو کچھ پروا نہیں کیونکہ انبیاء و رسل اور تمام راستبازوں کا تصدیق کردہ اور مہر لگا ہوا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ آج زمین کے اوپر آسمان کے نیچے سب سے اول کوئی ایسا شخص پیش کرو جس نے یہ دعوی کیا ہو کہ خدا میری دعاؤں کو سنتا ہے؟ بجز حضرت مسیح موعود کے کوئی دوسرا شخص تمھیں نظر نہ آئیگا جس نے ہزاروں اشتہاروں رسالوں اور کتابوں میں یہ دعوی کیا ہو کہ **قبولیت دعا کا نشان مجھے دیا گیا ہے**۔ دیکھو دعوی سے مقابلہ کرو اور پھر روشن دلائل کا دلائل سے۔ اللہ تعالے نے حضرت مسیح موعود کی سچائی پر اس آیت کے ذریعہ مہر کر دی ہے۔ **مَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ**۔

اس خدا کے راستباز اور برگزیدہ نے اپنی دعاؤں کی قبولیت سے اور مخالفوں کو مقابل پر بلا کر اور انکی جرأت ہونے نے صاف ثابت کر دیا ہے کہ یہ خدا شناس خدا پرست اور بالآخر خدا نما ہے۔ ہنری مارٹین کے مقدمہ میں جب مستغیث اور نادان مخالفوں نے مشہور کیا کہ ہم ہزار کی ضمانت کا وارنٹ جاری ہوا ہے اس آواز کو سنکر نادان سنت اللہ سے ناواقف غزنویوں اور انکے دوسرے ہم مشربوں نے جوف اللیل اور اطراف النہار میں دعائیں کیں کہ اب یہ خدا کا مامور ذلیل کیا جاوے گا اور بڑے بڑے دعوے کیے مگر آخر خدا تعالے نے دکھا دیا کہ ان گدی نشینوں۔ غزنویوں۔ امرتسری اور دوسرے ملانوں مشائخوں کی دعائیں آسمان تک نہیں جا سکتیں اس لیے کہ وہ ایمان جو دعا کو آسمان پر پہونچاتا ہے انہیں پایا نہ جاتا تھا مگر اس کے خدا نے

پہلے ہی سے خبر دے دی

ابرا

چنانچہ اسی کے موافق عزت و احترام ہو رہا ہے میں کہتا ہوں خدا کے لیے ہمارے مخالف اور اور لوگ جنکے کانوں میں یہ آواز پہنچے سوچیں کہ کیا بات ہے؟ سارے مخالف مشائخ اور گدی نشین صوفی مولوی کافر اور مفتری کہنے والے اور جسکی ہلاکت کے لیے دعائیں کرنے والے آخر ناکام و نامراد ہوتے ہیں اور یہ راستباز عزت و نصرت پاتا ہے۔

وہ لوگ جنھوں نے امرتسر کی عیدگاہ میں مباہلہ کا نظارہ دیکھا تھا غور کریں کہ اگرچہ عبدالحق غزنوی شرمندہ نہیں ہوا مگر کیا دنیا کو معلوم نہیں کہ انھوں نے یہ منصوبہ کر رکھا تھا اور اپنے خیال خام میں وہ سمجھتے تھے کہ اگر میرزا اُس وہ منتر جسکو انھوں نے مباہلہ کے لیے تجویز کیا تھا منہ سے نکالے گا تو ہلاک ہو جاوے گا۔ مگر دیکھنے والوں کو خوب معلوم ہے کہ حضرت خدا کا مسیح زرد رنگ اور مندی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ناتوان اور ضعف کی سچی تصویر اپنے کامل ایمان اور سچی بصیرت کے ساتھ بولا تھا کہ

ایخدا اگر میں تیری طرف سے نہیں تو مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو آجتک کسی مفتری پر نہ ہوا ہو۔ اگر وہ ایسا مفتری ہوتا تو ہمیں کیا شک ہے کہ غیور خدا کے غضب کی بجلی اسے ہلاک کر دیتی

مگر

میں پوچھتا ہوں انصاف سے کہو خدا کیلیے سچی گواہی کو مت چھپاؤ کہ غزنویوں کے اس منتر کا اثر کس پر ہوا۔ کیا اسکے در و دیوار پر خدا کی برکت کی بارش نہیں برسی؟ کیا اسی وقت سے اسکی ترقی کا سلسلہ ایک زور اور جوش کے ساتھ نہیں چل پڑا۔ کیا وجہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں کے مقابل میں یہ سرسبز ہو رہا ہے غور تو کرو۔ آج ہمارے لیے یہ بہت بڑا معیار اور کسوٹی ہے خدا کے لیے آنکھیں کھولو کاش تمھارے دل بینا ہوتے میرے دوستو! یہ بصائر ہیں یہ زریں اصول ہیں انکو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو آخر میں میں تمھیں کہتا ہوں کہ یہ آسمان جو بگڑا ہوا ہے یہ ہوا و نبض جو تبدیلی تمھیں محسوس ہوتی ہے کہ مختلف قسم کی وبائیں اور بلائیں آتی ہیں امساک بارش کی وجہ سے خشکسالیاں آتی ہیں یہ اسی کی بددعاؤں کا اثر ہے میرا ایمان ہے کہ اسکی دعائیں ہواؤں کو صاف کرتی ہیں اسی کی دعائیں انکو زہرناک کر سکتی ہیں۔ پس تم اسکی صحبت میں رہ کر دعا کے مسئلہ کی حقیقت سمجھو۔ تا تمھارا ایمان قوی ہو اور پھر تم دعا کی کیفیت سے ایک لذت حاصل کر سکو اللہ تعالے مجھے اور تم سب کو اسکی توفیق دے

آمین

قواعد انتظام مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

اغراض مقاصد مدرسہ

(۱) اصل غرض اس مدرسہ کی ضروری دینی تعلیم اور اسکے ساتھ حتی الوسع تعلیم دنیا دیکو ضرورت وقت کے بموجب لازماً دینا ہے

(۲) مسلمان بچوں کو مخالفین اسلام قرآن کریم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور امام زمان حضرت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اعتراضوں کے جواب کیلیے تیار کرنا اور عقائد باطلہ کے بطلان سے آگاہ کرنا۔

(۳) مسلمان بچوں کو اسلام کی خوبیوں اور اسکے کامل تعلیم اور عقائد صحیحہ احمدیہ سے آگاہ کرنا جو اللہ تعالی نے بتوسط مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تعلیم کیے ہیں۔

قواعد

(۱) ان قواعد کا نام بائی لاز انتظام مدرسہ تعلیم الاسلام ہوگا۔

(۲) اس مدرسہ کے بانی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اس لیے وہ مربی ہوں گے۔

(۳) اس مدرسہ کا انتظام حسب منشا و خواہش و تحریک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خانصاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

کلمات طیبات

حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

سلسلہ کیلیے دیکھو نمبر ۱ جلد ۶

اسی طرح پر **تعداد ازدواج** کے مسئلہ پر اعتراض کر دیتے ہیں مگر مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان نادانوں نے یہہ اعتراض کرتے وقت اس بات پر ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ اس کا اثر خود ان کے خداوند پر کیا پڑتا ہے مجھے سخت رنج آتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ پادریوں کے اس اعتراض نے خود عیسیٰ پر سخت حملہ کیا ہے کیونکہ جس کے گھر میں حضرت مریم گئی تھیں اس کے پہلی بیوی بھی تھی۔ پھر یہ اولاد کیسی قرار دیجاویگی۔ علاوہ ازیں جبکہ مریم نے اور اسکی ماں نے یہ عہد خدا کے حضور کیا ہوا تھا کہ اس کا نکاح نہ کرونگی پھر وہ کیا آفت اور مشکل پیش آئی تھی جو نکاح کر دیا؛ بہتر ہوتا کہ روح القدس کا بچہ مقدس ہیکل میں ہی جنتی؛ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے اپنے گھر میں نگاہ نہیں کی۔ ورنہ اس قوم کا فرض تھا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنے والے یہی ہوتے کیونکہ انکے ہاں نظائر موجود تھے۔ مگر جیسے اسوقت کو انھوں نے کھو دیا آج بھی یہ مسیح موعود کو قبول نہیں کرتے حالانکہ ایلیا کا قصہ انکیں موجود ہے اور اسی پر مسیح کی صداقت کا سارا معیار ہے۔ اگر مسیح واقعی مردوں کو زندہ کرتے تھے تو کیوں پھونک مار کر ایلیا کو زندہ نہ کر دیا تا یہود ابتلا سے بچ جاتے اور خود مسیح کو بھی ان تکالیف اور مشکلات کا سامنا نہ ہوتا جو ایلیا کی تاویل سے پیش آئیں۔ ایک یہودی کی کتاب میرے پاس موجود ہے وہ اسمیں صاف لکھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم سے مسیح کے انکار کا سوال کرے گا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب سامنے رکھدینگے کہ کیا اسمیں نہیں لکھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا آئے گا۔ اسمیں یہ لکھا ہے کہ یوحنا آئے گا۔ اسپر اس نے بڑی بحث کی ہے اور پھر لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ بتاؤ ہم سچے ہیں یا نہیں؟ الغرض اس قسم کی جزئیات کو یہ لوگ بدنما صورت میں پیش کر کے دھوکا دیتے ہیں۔ آپ اپنے اعتراضوں کے انتخاب میں ان امور کو مدنظر رکھیں جو ہمنے آپکو بتا دیے ہیں۔

دین کا معاملہ بہت بڑا اہم اور نازک معاملہ ہے اسمیں بہت بڑی فکر اور غور کی ضرورت ہے اسمیں وہ پہلے اختیار کرنا چاہیے جو مشترک امت کا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی ایسی بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی جس کے نظائر موجود نہوں مثلاً ایک شخص کہے کہ ایک صندوق میں ایک ہزار روپیہ رکھا تھا اور وہ جادو کے ذریعہ ہوا ہو کر اڑ گیا تو اسے کون مانے گا اسی طرح پر عیسائیوں کے معتقدات کا حال ہے آپ اپنے اعتراض مرتب کر کے پیش کریں اور انشاء اللہ ہم جواب دینگے۔

منشی عبد الحق صاحب

اگر آپ تثلیث اور کفارہ کو توڑ کر دکھا دینگے تو میں شاید اور کچھ نہ پوچھوں گا۔

حضرت مسیح موعود

تثلیث اور کفارہ کی تردید کے دلائل تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اتنے بیان کریں گے کہ جو ان کے ابطال کے لیے کافی سے بڑھ کر ہوں گے مگر میری رائے میں جو ترتیب ہمنے آپ کو اشارہ کی ہے اسپر چلنے سے بہت بڑا فائدہ ہوگا؛ اسوقت میں خلط کرنا نہیں چاہتا؛ لیکن میں مختصر اور اشارہ کے طور پر اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت تین قومیں یہود مسلمان اور عیسائی موجود ہیں انمیں سے یہودی اور مسلمان بالاتفاق توحید پر ایمان لاتے ہیں لیکن عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ اب ہم عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی تثلیث کی تعلیم حق تھی اور نجات کا یہی اصل ذریعہ تھا تو پھر کیا اندھیر مچا ہوا ہے کہ توریت میں اس تعلیم کا کوئی نشان نہیں نہیں ملتا۔ یہودیوں کے اظہار لیکر دیکھلو اس کے سوا ایک اور امر قابل غور ہے کہ یہودیوں کے مختلف فرقے ہیں اور بہت سی باتوں میں انمیں باہم اختلاف ہے۔ لیکن توحید کے اقرار میں ذرا بھی اختلاف نہیں اگر تثلیث واقعی مدار نجات تھی تو کیا سارے کے سارے فرقے ہی اسکو فراموش کر دیتے اور ایک آدھ فرقہ بھی اسپر قائم نہ رہتا کیا یہ تعجب خیز امر نہ ہوگا۔ کہ ایک عظیم الشان قوم جس میں ہزاروں ہزار فاضل ہر زمانہ میں موجود رہے اور برابر مسیح علیہ السلام کے وقت تک جنمیں نبی آتے رہے انکو ایک ایسی تعلیم سے بالکل بیخبری ہو جاوے جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت انھیں ملی ہو اور مدار نجات بھی وہی ہو؛ یہ بالکل خلاف قیاس اور بیہودہ بات ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ خود تراشیدہ عقیدہ ہے نبیوں کے صحیفوں میں اس کا کوئی پتہ نہیں ہے اور ہونا بھی نہیں چاہیے کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے۔ پس یہودیوں میں توحید پر اتفاق ہونا اور تثلیث پر کسی ایک کا بھی قائم نہ ہونا صریح دلیل اس امر کی ہے کہ یہ باطل ہے حالانکہ خود عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں بھی تثلیث کے متعلق ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے اور یونی ٹیرین فرقہ ابتک موجود ہے۔ ہمنے ایک یہودی سے دریافت کیا تھا کہ توریت میں کہیں تثلیث کا بھی ذکر ہے اور یا تمہارے تعامل میں کہیں اس کا پتہ لگتا ہے اُسنے صاف اقرار کیا کہ ہرگز نہیں ہماری توحید وہی ہے جو قرآن میں ہے اور کوئی فرقہ ہمارا تثلیث کا قائل نہیں ہے اُسنے یہ کہا کہ اگر تثلیث پر مدار نجات ہوتا تو ہمیں جو توریت کے حکموں کو چوکھٹوں اور آستینوں پر لکھنے کا حکم تھا کہیں تثلیث کے لکھنے کا بھی ہوتا۔ پھر دوسری دلیل اس کے ابطال پر یہ ہے کہ باطنی شریعت میں اسکے لیے کوئی نمونہ نہیں ہے باطنی شریعت بجائے خود توحید چاہتی ہے۔ پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب میں اعتراف کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے جزیرہ میں رہتا ہو جہاں تثلیث نہیں پہونچی اُس سے توحید ہی کا مطالبہ ہوگا نہ تثلیث کا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باطنی شریعت توحید کو چاہتی ہے نہ تثلیث کو۔ کیونکہ تثلیث اگر فطرۃ میں ہوتی تو سوال اس کا ہونا چاہیے تھا۔